﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی إسرائيل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۱ — جمعہ — ۱۶ ستمبر ۱۹۹۴ء — شمارہ ۳۷

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نرے اقوال کو پسند نہیں کرتا۔ نرمی اور خوش خلقی سے لوگوں پر اپنے خیالات ظاہر کئے جائیں

اللہ تعالیٰ نرے اقوال کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام کا لفظ ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جیسے ایک بکرا ذبح کیا جاتا ہے ویسے ہی انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کے لئے تیار رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم آئی اور کہنے لگی کہ ہمیں فرصت کم ہے ہماری نمازیں معاف کی جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دین ہی نہیں جس میں نمازیں نہیں۔ جب تک عملی طور پر یہ ثابت نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کے لئے تکلیف گوارا کر سکتے ہو تب تک نرے اقوال سے کچھ نہیں بنتا۔ نصاریٰ نے بھی جب عملی حالت سے لاپرواہی کی تو پھر ان کی دیکھو کیسی حالت ہوئی کہ کفارہ جیسا مسئلہ بنا لیا گیا۔

اگر آدمی صدق دل سے محض خدا تعالیٰ کے لئے قدم اٹھائے تو میرا ایمان ہے کہ پھر بہت برکت ہوگی۔ میں تو جانتا ہوں کہ وہ اولیاء اللہ میں داخل ہو جائے گا۔ یاد رکھو ایک قدم سے ہی انسان ولی بن جاتا ہے جب غیر اللہ کی شراکت نکال لی بس عباد الرحمان میں داخل ہو گیا۔ جب اس کے دل میں محض خدا ہی خدا ہے اور کچھ نہیں تو پھر ایسے کو ہی ہم ولی کہتے ہیں۔ دیکھو صادق کے واسطے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ اس میں ایک کشش ہوتی ہے وہ خالی جاتا ہی نہیں۔

دنیا کی زندگی کا آرام ہو۔ ہر طرح سے آسودگی اور عیش و عشرت کے سامان ہوں۔ یہ ایمانی اصول کے مخالف پڑا ہوا ہے۔ ایمانی اصول تو چاہتا ہے کہ ایسے لوگوں کا نہ دن نہ رات کوئی وقت آرام سے گزرتا ہی نہیں۔ ایک مرحلہ مصائب کا اگر طے کرتے ہیں تو دوسرا مرحلہ درپیش ہوتا ہے۔ کاش اگر صحابہؓ کی طرح بعد میں آتے تو ایک بھی کافر نہ رہتا مگر وہ دل نہ ہوئے جو ان کے تھے۔ وہ اخلاص اور صدق نہ ہوا جو ان کا تھا وہ تقویٰ اور استقلال نہ رہا جو ان کا تھا۔

ہماری جماعت کے لوگ گو مالی امداد میں تو کچھ فرق نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ تو ہر امر میں آزمانا چاہتا ہے۔ اب تلوار کی بجائے گالیاں کھا کر صبر کرنا چاہئے کہ بڑی نرمی اور خوش خلقی سے لوگوں پر اپنے خیالات ظاہر کئے جاویں۔ بہ نسبت شہروں کے دیہات کے لوگوں میں سادگی بہت ہے اور ہمارے دعویٰ سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو نرمی سے سمجھایا جاوے تو امید ہے کہ سمجھ لیں گے۔ جلسوں کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی بازاروں میں کھڑے ہو کر لیکچر دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس طرح سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ چاہئے کہ ایک ایک فرد سے علیحدہ علیحدہ مل کر اپنے قصے بیان کئے جاویں۔

جلسوں میں تو ہار جیت کا خیال ہو جاتا ہے۔ چاہئے کہ دوستانہ طور پر شریفوں سے ملاقات کرتے رہیں۔ اور رفتہ رفتہ موقع پا کر اپنا قصہ سنا دیا۔ بحث کا طریق اچھا نہیں بلکہ ایک ایک فرد سے اپنا حال بیان کیا اور بڑی آہستگی اور نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔ پھر تم دیکھو گے کہ بہت سے آدمی ایسے بھی نکلیں گے جو کہیں گے کہ ہم پر تو ان مولویوں نے اصلیت ظاہر ہی نہیں ہونے دی۔ چاہئے کہ جس شخص میں علم اور رشد کا مادہ دیکھا اسی کو اپنا قصہ بتا دیا اور فرداً فرداً واقفیت بڑھاتے رہے۔ یہ نہیں کہ سب کے سب ظالم طبع اور شریر ہوتے ہیں بلکہ شریف اور مخلص بھی انہیں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔

لاہور سے ایک شخص نے رات کے پہلے حصہ میں کشف میں دیکھا کہ زنا، فسق و فجور، بدکاری اور بے حیائی کا بازار گرم ہے۔ تب وہ جاگا اور خیال کیا کہ اگر ایسا حال ہے تو یہ شہر تباہ کیوں نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ تہجد کی نماز پڑھ کر پچھلی رات کو پھر سویا تو کیا دیکھتا ہے کہ صدہا آدمی ہیں جو دعاؤں میں مشغول ہیں اور خدا تعالیٰ کی یاد میں مصروف ہیں۔ کوئی صدقہ و خیرات کر رہے ہیں۔ کوئی بیکسوں اور یتیموں کی مدد کر رہے ہیں۔ غرض توبہ اور استغفار کا بازار گرم ہے۔ تب اس نے سمجھا کہ انہیں کی خاطر یہ شہر بچا ہوا ہے۔ یہ سنت اللہ ہے کہ ابرار کے واسطے بڑے بڑے بدکار اور بدمعاش آدمی بھی بچائے جاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ کچھ نہ کچھ نیک لوگ بھی ضرور مخفی ہوتے ہیں۔ اگر سب ہی برے ہوں تو پھر دنیا ہی تباہ ہو جاوے "۔

(ملفوظات جلد پنجم [طبع جدید] صہ ۳۱۱، ۳۱۳)

القرآن الحکیم

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝

ایسا صدقہ جس کے پیچھے اذیت لگی ہو اس سے تو محض اچھی بات کرنا یا بخش دینا زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے

(البقرہ: ۲۶۴)

مختصرات

ہفتہ زیر رپورٹ کے دوران حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یورپ کے دورہ پر تھے۔ باوجود سفر پر ہونے کے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی برکت سے اکناف عالم میں پھیلے ہوئے احمدیوں نے اپنے پیارے امام کے تازہ بتازہ ارشادات اور خطبات کو بڑی باقاعدگی سے دیکھا اور سنا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم نعمت ہے جس پر اس کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

۲۷ اگست ۱۹۹۴ء

جلسہ سالانہ جماعت ہائے احمدیہ جرمنی کے پہلے روز کے دوسرے اجلاس میں حضور انور نے مستورات کے جلسہ میں خطاب فرمایا اور جلسہ سالانہ برطانیہ والی تقریر کے تسلسل میں احمدی مسلمان خواتین کی عظیم الشان قربانیوں کے ایمان افروز واقعات بیان فرمائے۔

۲۸ اگست ۱۹۹۴ء

آج جلسہ جرمنی کا آخری روز تھا۔ حضور انور نے ایک معرکۃ الآراء اختتامی خطاب فرمایا۔ جس میں معاندین احمدیت کی طرف سے بوزنین نو احمدیوں میں پھیلائے جانے والے اعتراضات کے تفصیلی جوابات دئے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے خطاب کا آخری حصہ اس روز مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ نشر نہ کیا جا سکا۔

۲۹ اگست ۱۹۹۴ء

خطاب کا جو حصہ کل نشر نہ ہو سکا تھا وہ آج پیش کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور انور کا یہ خطاب تبلیغی لحاظ سے بہت ہی مفید اور مؤثر خطاب ہے۔ احباب جماعت کو خود بھی بڑی توجہ سے سننا چاہئے اور زیر تبلیغ احباب کو بھی سنانا چاہئے۔

۳۰ اور ۳۱ اگست ۱۹۹۴ء

حضور انور کے سفر پر ہونے کی وجہ سے "ملاقات" کا پروگرام پیش نہیں ہوا۔ البتہ جلسہ سالانہ جرمنی اور کولون مشن کے بارہ میں تعارفی پروگرام پیش ہوئے۔

یکم و ۲ ستمبر ۱۹۹۴ء

حضور انور نے کچھ عرصہ قبل ایک سلسلہ وار پروگرام میں مخالفین اور معاندین احمدیت کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ شروع فرمایا تھا۔ ان جوابات کی مستقل افادیت کے پیش نظر حضور انور نے ہدایت فرمائی تھی کہ یہ پروگرام بار بار دکھائے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ناظرین ان سے استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ ان دو دنوں میں بھی حضور انور کے بیان فرمودہ جوابات پر مشتمل دو پروگرام دوبارہ نشر کئے گئے۔ (یکم ستمبر کو ۸ جون ۱۹۹۴ء والا پروگرام پیش کیا گیا)۔

قارئین الفضل کی یاد دہانی کے لئے عرض ہے کہ دوبارہ نشر ہونے والے پروگراموں کی تفصیل یہاں درج نہیں کی جا رہی کیونکہ تفاصیل قبل ازیں "مختصرات" کے زیر عنوان الفضل کے گزشتہ پرچوں میں ساتھ کے ساتھ شائع ہوتی رہی ہیں۔ (ع۔ م۔ ر)

اعلان نکاح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۲ اگست ۱۹۹۴ء کو بعد نماز جمعہ مسجد فضل لندن میں حسب ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا۔

(۱) مکرم نسیم مہدی صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا ابن مکرم مولانا احمد خان صاحب نسیم مرحوم کا نکاح ہمراہ مکرمہ امتہ النصیر شریف صاحبہ بنت مکرم مولانا محمد شریف صاحب مرحوم سابق مبلغ بلاد عربیہ کے ساتھ پانچ ہزار کینیڈین ڈالرز حق مہر پر قرار پایا۔

اس نکاح میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خاص حالات کی بنا پر ازراہ شفقت لڑکی کی طرف سے خود بطور ولی نکاح کی منظوری کا اعلان فرمایا۔

(۲) مکرم محمود کھوکھر صاحب ابن مکرم مظفر احمد صاحب کھوکھر و نعیمہ کھوکھر صاحبہ (لندن) کا نکاح مکرمہ عنبرین ناصر صاحبہ بنت مکرم ناصر احمد صاحب کے ساتھ مبلغ چھ ہزار پونڈ اسٹرلنگ حق مہر پر قرار پایا۔

اعلانات نکاح کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہر دو نکاحوں کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی۔

اداریہ

یورپ میں انقلاب

۱۸۸۷ء کی بات ہے جب قادیان کے آریہ سماجیوں نے سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے خلاف بہت شورش بپا کی اور آپ کی دشمنی وعداوت میں حد سے بڑھ گئے تو آپ نے قادیان سے کسی دور کے شہر کی طرف ہجرت کرنے کا قصد کر لیا۔ چنانچہ آپ نے اپنی تصنیف "شحنہ حق" میں تحریر فرمایا:۔

"ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ نہ صرف نبی بلکہ بجز اپنے وطن کے کوئی راستباز بھی دوسری جگہ ذلت نہیں اٹھاتا اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے "و منْ یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغماً کثیراً وسعۃ" یعنی جو شخص اطاعت الٰہی میں اپنے وطن کو چھوڑے تو خدا تعالیٰ کی زمین میں ایسے آرامگاہ پائے گا جن میں بلا حرج دینی خدمت بجالا سکے۔ سوائے ہم وطنوں ہم تمہیں عنقریب الوداع کہنے والے ہیں"۔

اس فیصلے کے بعد جب آپ پر مسیح موعود ہونے کا انکشاف کیا گیا تو اگرچہ مخالفت نہایت درجہ منظم شکل اختیار کر گئی اور آپ کو آج سے سو سال پہلے ۱۸ ستمبر ۱۸۹۴ء میں "داغ ہجرت" کا الہام بھی ہوا مگر عملاً عمر بھر میں ہجرت کی نوبت نہیں آئی۔ اور یہ الہام ایک رنگ میں خلافت ثانیہ میں پورا ہوا جب سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقسیم ہندوپاک کے وقت ۱۹۴۷ء کے ملکی فسادات کے باعث قادیان (انڈیا) سے ہجرت کر کے پاکستان میں پناہ گزین ہونا پڑا اور آپ نے ربوہ (پاکستان) کو مرکز بنا کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام کو آگے بڑھایا۔ پھر آج سے دس سال قبل ۱۹۸۴ء میں یہ الہام ایک اور رنگ میں پورا ہوا جب پاکستان کے فوجی آمر جنرل ضیاء الحق نے ایک نہایت ہی خطرناک منصوبے کے تحت خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نظام خلافت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو تقدیر الٰہی کے تحت سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ربوہ (پاکستان) سے ہجرت فرما کر انگلستان تشریف لے آئے تاکہ بلا حرج دینی خدمت بجالا سکیں۔ جن حالات میں آپ نے یہ ہجرت کا سفر اختیار فرمایا اور جس طرح قدم قدم پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی نصرت و حفاظت فرمائی وہ اپنی ذات میں ایک بہت بڑا نشان بلکہ کئی نشانوں کا مجموعہ ہے۔ آپ کی اس فی سبیل اللہ ہجرت پر معاندین احمدیت نے بہت شور مچایا اور حسب عادت بیہودہ سرائی سے کام لیا۔ جماعت کے ایک معاند مولوی منظور چنیوٹی نے کہا کہ مرزا طاہر بھاگ گیا ہے اور اگر اس میں سچائی ہوتی تو وہ اپنی قوم کو بے یار و مددگار چھوڑ کر نہ جاتا۔ اس فتنہ پرور جھوٹے اور شریر ملاں کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ عالمگیر جماعت احمدیہ کے امام اور روحانی پیشوا ہیں اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے والے دنیا کے ۱۴۳ ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور جس طرح انہیں آپ کے ساتھ انتہائی محبت اور اخلاص کا تعلق ہے اس سے کہیں بڑھ کر حضرت امام جماعت احمدیہ کو اپنی جماعت سے پیار ہے۔ ان شریر ملاؤں کا خیال تھا کہ ان کی اس قسم کی فتنہ پرور باتوں کے نتیجہ میں شاید پاکستان کے وہ احمدی جو جماعتی رابطہ یا تربیت کے لحاظ سے کسی قدر کمزور ہیں وہ مایوس اور بد دل ہو کر جماعت سے تعلق توڑ لیں گے لیکن خدا تعالیٰ نے ان نامرادوں کی اس ذلیل خواہش میں بھی انہیں نامراد ہی رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے آخری زمانہ کے علماء سوء کے متعلق جو فرمایا تھا کہ "منھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود" یعنی فتنہ ان لوگوں سے نکلے گا اور انہی میں واپس لوٹ جائے گا۔ آپ کا یہ ارشاد مبارک اس پہلو سے بھی بڑی شان کے ساتھ پورا ہوا۔

اگر ان مولویوں کے خیال کے مطابق واقعۃً حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ سفر ایک فرار تھا تو چاہئے تھا کہ اس کے نتیجہ میں جماعت میں بد دلی پیدا ہوتی اور جماعت آپ کے زیر قیادت بجائے ترقی و استحکام حاصل کرنے کے کمزور پڑ کر نابود ہو جاتی۔ مگر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت اس کے برعکس ہے۔ اور جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ: "ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے" اور آیت قرآنی کے حوالہ سے آپ نے بتایا تھا کہ:

"جو شخص اطاعت الٰہی میں اپنے وطن کو چھوڑے تو خدا تعالیٰ کی زمین میں ایسے آرامگاہ پائے گا جن میں بلا حرج دینی خدمت بجالا سکے"۔

دنیا بھر کے احمدی اس بات کے شاہد ہیں اور ایک عالم اس پر گواہ ہے کہ ہجرت کے ان دس سالوں میں سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کے زیر سیادت عالمگیر جماعت احمدیہ کو دنیا بھر میں جس کثرت اور جس وسعت اور ہمہ گیری کے ساتھ اور جس غیر معمولی طریق پر بلا حرج دینی خدمت کی توفیق ملی ہے وہ بے مثل اور بے نظیر ہے اور اس بات پر عملی گواہ ہے کہ آپ کا اپنے وطن کو چھوڑنا اطاعت الٰہی میں تھا۔ جھوٹ کی غلاظت پر منہ مارنے والے اور تکذیب کو اپنا ذریعہ معاش بنانے والے شریر ملاں جو چاہیں کہیں اور جتنا چاہیں شور و غوغا بلند کریں لیکن یہ ایک زندہ اور روشن حقیقت ہے کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا سورج ساری دنیا پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہے۔ مگر ان کور باطن ملاؤں کا کیا کریں کہ ان کا تو یہ حال ہے کہ ؎

آفتاب صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے کرتے ہیں پیار
روشنی سے بغض اور ظلمت پہ وہ قربان ہیں
ایسے بھی شپر نہ ہونگے گرچہ تم ڈھونڈو ہزار
سر پہ اک سورج چمکتا ہے مگر آنکھیں ہیں بند
مرتے ہیں بن آب وہ اور در پہ نہر خوشگوار

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہجرت کے ثمرات طیبات میں سے ایک یورپ میں پیدا ہونے والا وہ عظیم روحانی انقلاب ہے جو جماعت احمدیہ کے ذریعہ ظہور میں آ رہا ہے۔ ان دس سالوں میں سے صرف گزشتہ دو تین سال میں ہی تیس ہزار سے زائد یورپین کی احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں شمولیت ایک بہت بڑا اعجاز ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زبردست نشان۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت مخلص اور فدائی صحابی میاں امام الدین صاحب سیکھوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز لاہور سے کچھ دوست آئے ہوئے تھے اور دعویٰ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی تو آپؑ نے فرمایا اگر یورپ وغیرہ میں انقلاب نہ ہوا تو سمجھ لینا کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ فرمایا کرتے تھے کہ بڑا انقلاب ہوگا۔ (الحکم اکتوبر ۱۹۳۵ء۔ جلد ۳۸ نمبر ۳۵، ۳۶ ص ۶)

اے مسیح محمدی و مہدی برحق آپ پر لاکھوں سلام۔ آپ نے جس انقلاب کی خوشخبری دی تھی آج ہم اس عظیم انقلاب کے پرشوکت آغاز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور آپ کی ایک ایک بات پوری ہو رہی ہے۔

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمہ توحید پر از جاں نثار
ملت احمدؐ کی مالک نے جو ڈالی تھی بنا
آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزان دیار

صبح تک تو شہرۂ شب کشتگاں ہوکے رہا
سو گئے تھے لوگ جب کیا کیا وہاں ہوکے رہا
تم نے کاٹے جو شجر، وہ کشتیوں میں ڈھل گئے
چاک جو دامن کیا، وہ بادباں ہوکے رہا
نقشۂ شہر وفا میں رنگ بھرنے کے لئے
بہہ گیا جتنا لہو، وہ ضوفشاں ہوکے رہا
پھر دمِ عیسیٰ سے مہر و ماہ میں جاں پڑ گئی
منکشف اہل طلب پر آسماں ہوکے رہا
روح کی کھوئی ہوئی آواز جس کو مل گئی
وہ تو سر تا پا صدائے قادیاں ہوکے رہا
ہم سے پہلے کوئی جیسے اس طرف آیا نہ ہو
لاکھ اپنی رہ چلے شور سگاں ہوکے رہا
گھر کی پیشانی پہ ہم نے لکھ دیا کب سے جمیلؔ
ہے اماں میں اب وہی جو بے اماں ہوکے رہا

(جمیل الرحمٰن جلیل)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فلسفہ اخلاق

(حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے قلم سے)

حقیقت اخلاق کو جس طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان کیا ہے اس کی نظیر تیرہ سو سال کے اندر امت محمدیہ میں نہیں ملتی

حضرت امام غزالی علیہ الرحمتہ نے بھی احیاء العلوم میں فلسفہ اخلاق بیان کیا ہے گو ان کا فلسفہ اخلاق تمام تر یونانی حکماء کے اصولوں سے مستنبط ہے۔ جس کو انہوں نے ابن مسکویہ کی کتاب تہذیب الاخلاق (جو یونانی فلسفہ اخلاق کا نچوڑ ہے) سے لیا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ فلسفہ اخلاق پر لکھا ہے اور بیان کیا ہے وہ خداتعالیٰ کے خاص علم اور تفہیم و تعلیم کا عطر ہے جیسا کہ میں آگے چل کر دونوں کے فلسفہ اخلاق میں ایک موازنہ قائم کر کے دکھاؤں گا (انشاء اللہ العزیز)۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے فلسفہ اخلاق اور حضرت مسیح موعودؑ کے فلسفہ اخلاق میں امتیاز

خلق کی تعریف میں امام صاحب فرماتے ہیں:۔

"روح میں ایسے ملکہ راسخہ کا پایا جانا جس کی وجہ سے انسان سے اچھے یا برے افعال بلا تکلف آپ سے آپ سرزد ہوں"۔

(الغزالی مصنفہ علامہ شبلی نعمانی صـ ۷۷)

آگے چل کر امام صاحب نے لکھا ہے کہ:

"خلق کے وجود کے لئے افعال کا صادر ہونا شرط نہیں صرف یہ شرط ہے کہ طبیعت میں اس قسم کی کیفیت موجود ہو کہ اگر کام کرنے کے سلان اور مواقع ہاتھ آئیں تو بلا تکلف وہ کام ظہور میں آئے"۔

(الغزالی مصنفہ علامہ شبلی نعمانی صـ ۷۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نفس اخلاق کے متعلق یہ بتایا ہے کہ طبعی جذبات بطور امہات الاخلاق ہیں اور اخلاق کا کمال روحانیت کے کمال کو پیدا کرتا ہے۔ آپ نے طبعی جذبات اور اخلاق میں ایک امتیاز کر کے دکھایا ہے جو غزالی اور دوسرے فلاسفروں کی تصنیفات میں نہیں پایا جاتا۔ خواہ وہ مشرق کے ہوں یا مغرب کے۔

پہلی بات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فلسفہ اخلاق کو تمام ماہرین نفسیات اور اخلاقیات سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ آخرالذکر لوگ طبعی جذبات اور اخلاقی امور میں مابہ الامتیاز نہیں قائم کر سکے۔ برخلاف اس کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مابہ الامتیاز قائم کر کے دکھایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"خدا کے پاک کلام نے تمام نیچرل قویٰ اور جسمانی خواہشوں اور تقاضوں کو طبعی حالات کی مد میں رکھا ہے اور وہی طبعی حالتیں ہیں جو بالارادہ ترتیب اور تعدیل اور موقعہ بینی اور محل پر استعمال کرنے کے بعد اخلاق کا رنگ پکڑ لیتی ہیں۔ ایسا ہی اخلاقی حالتیں روحانی حالتوں سے کوئی الگ باتیں نہیں ہیں بلکہ وہی اخلاقی حالتیں ہیں جو پورے فنا فی اللہ اور تزکیہ نفس اور پورے انقطاع الی اللہ اور پوری محبت اور پوری محویت اور پوری سکینت اور اطمینان اور پوری موافقت باللہ سے روحانیت کا رنگ پکڑ لیتی ہیں۔ طبعی حالتیں جب تک اخلاقی رنگ میں آئیں کسی طرح انسان کو قابل تعریف نہیں بناتیں۔ کیونکہ وہ دوسرے حیوانات بلکہ جمادات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ایسا ہی مجرد اخلاق کا حاصل کرنا بھی انسان کو روحانی زندگی نہیں بخشتا بلکہ ایک شخص خداتعالیٰ کے وجود سے ہی منکر رہ کر اچھے اخلاق دکھلا سکتا ہے۔ دل کا غریب ہونا یا دل کا حلیم ہونا یا صلح کار ہونا یا ترک شر کرنا اور شریر کے مقابلہ پر نہ آنا یہ تمام طبعی حالتیں ہیں اور ایسی باتیں ہیں جو ایک نا اہل کو بھی حاصل ہو سکتی ہیں جو اصل سرچشمہ نجات سے بے نصیب اور نا آشنا محض ہے"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صـ ۳۲۵، ۳۲۶)

گویا آپ نے انسانی معراج اور انسانیت کا کمال ہر ایک خلق کو محل اور موقعہ پر استعمال کرنے میں بتایا ہے جس سے وہ روحانیت ملتی ہے جس کے ذریعہ انسان خدا کی راہ میں وفاداری کے ساتھ قدم مارتا اور اسی کا ہو جاتا ہے اور پھر جو اس کا ہو جاتا ہے اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا اور اس مقام پر وہ عارف ہوتا ہے جو خدا کی ایک مچھلی ہے اور اس کے ہاتھ سے ذبح کی گئی ہے اور اس کا پانی خدا کی محبت ہے۔

اوپر میں نے بتایا ہے کہ حضرت امام غزالی علیہ الرحمتہ نے یونانی فلسفہ کا خلاصہ اور نچوڑ یہ بتایا ہے کہ وہ طبیعت میں ملکہ راسخہ کے ہونے ہی کو اخلاق سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام طبعی حالتوں کو نہایت ادنیٰ درجہ دیتے ہیں اور وہ اپنی طبعی حالتوں میں قطعاً اخلاق کہلانے کی مستحق نہیں ہیں کیونکہ محض طبعی حالتوں میں بعض اوقات درندے بھی انسان سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور ان پر خلیق کے لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ایک کتے یا بکری یا بعض دوسرے پالتو جانوروں سے اپنے مالک کے ساتھ محبت اور انکسار ظاہر ہو تو اس کتے یا بکری یا جانور کو خلیق نہیں کہیں گے اس طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے طبعی حالتوں اور اخلاقی حالتوں میں ایک امتیاز کر کے دکھایا ہے۔ اور اس فلسفہ اخلاق کی بنیاد آپ نے قرآن کریم پر رکھی ہے۔ یونانیوں یا دوسرے فلاسفروں کے تخیلات پر اس کی بنیاد نہیں رکھی ہے۔ یہ وہ امتیاز ہے جو قیامت تک قرآن کریم کی شان بلند کا اظہار کرے گا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اخلاقیات کے تمام معلموں اور فلاسفروں سے اعلیٰ مقام پر کھڑا کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پیشتر کچھ شک نہیں اخلاق پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر اس حقیقت کو کسی نے منکشف نہیں کیا۔

خلق اور خلق کے بیان میں غزالی اور مہدیؑ کا امتیاز

خلق اور خلق کے متعلق امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"خَلق اور خُلق قریب المعنی الفاظ ہیں جو اکثر ساتھ ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں شخص کا خَلق اور خُلق دونوں اچھا ہے یعنی اس کا ظاہر بھی اچھا ہے اور باطن بھی"۔

(الغزالی مصنفہ علامہ شبلی نعمانی صـ ۷۷)

اس کا مقابلہ کرو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان سے۔ آپ بیان فرماتے ہیں:۔

"جاننا چاہئے کہ خَلق خاء کی فتحہ سے ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق خاء کے ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہے نہ صرف طبعی جذبات سے اس لئے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہے۔ طبعی جذبات پر نہیں"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صـ ۳۳۲)

پھر اس حقیقت کو آپ نے کسی قدر وضاحت سے آگے چل کر یوں بیان کیا ہے کہ:۔

"یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکسار کا نام ہے یہ ان کی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئی ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خلق ہے۔ مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہے وہ جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل ہو تو وہ ایک خلق ہے۔ ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابلہ پر دل میں ایک قوت ہے جس کو شجاعت کہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صـ ۳۳۲)

اب حضرت غزالی اور حضرت مسیح موعودؑ کے فلسفہ اخلاق کا امتیاز اور کمال صاف صاف اور کھلا کھلا نظر آتا ہے۔ غرض طبعی حالت اور اخلاقی حالت میں کسی نے امتیاز کر کے نہیں بتایا یہ یگانہ فخر قابل ناز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہے۔

اقسام خلق کے بیان میں حضرت مسیح موعودؑ کا یگانہ طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خلق کے اقسام یا ارکان بیان کرنے میں بھی جس جدت کو اختیار کیا ہے وہ بجائے خود ایک اعجازی رنگ رکھتی ہے۔ غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:۔

"خلق کے اقسام بہت ہیں لیکن اصلی ارکان جس سے اور تمام شاخیں نکلتی ہیں چار ہیں۔ علم، غضب، شہوت، اور عدل۔ انہی قوتوں کے اعتدال کا نام حسن خلق ہے"۔

(الغزالی مصنفہ علامہ شبلی نعمانی صـ ۷۸)

الغزالی کے مصنف مولانا شبلی نے رکن چہارم عدل کا خود ہی انکار کر کے تین رکن اخلاق کے بتائے ہیں۔ مجھ کو یہاں اس پر تبصرہ اور تنقید نہیں کرنا ہے کہ غزالی اور شبلی میں سے کون حق پر ہے بلکہ مجھ کو یہ دکھانا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقسیم اخلاق میں جو طریق اختیار کیا ہے وہ ممتاز اور یگانہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے۔ طبعی حالتوں کی تعدیل اور ترتیب اور برمحل استعمال کو اخلاق قرار دیا اور اس کی اقسام میں بتایا کہ:۔

"اخلاق دو قسم کے ہیں اول وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ترک شر پر قادر ہوتا ہے دوسرے وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ایصال خیر پر قادر ہوتا ہے۔ اور ترک شر کے مفہوم میں وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ تا اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنی آنکھ یا اپنے کسی اور عضو سے دوسرے کے مال یا عزت یا جان کو نقصان نہ پہنچاوے یا نقصان رسانی اور کسر شان کا ارادہ نہ کرے۔ اور ایصال خیر کے مفہوم میں تمام

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

MOST COMPETITIVE PRICES
IN WORLD WIDE FREIGHT
FORWARDING & TRAVEL
ARIEL ENTERPRISES
26 LEGRACE AVENUE,
HOUNSLOW,
MIDDLESEX TW4 7RS
PHONE 081 564 9091
FAX 081 759 8822

وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنے مال یا اپنے علم یا کسی اور ذریعہ سے دوسرے کے مال یا عزت کو فائدہ پہنچا سکے یا ان کے جلال یا عزت ظاہر کرنے کا ارادہ کر سکے۔ یا اگر کسی نے اس پر ظلم کیا تھا تو جس سزا کا وہ ظالم مستحق تھا اس سے در گزر کر سکے۔ اور اس طرح اس کو دکھ اور عذاب بدنی اور تاوان مالی سے محفوظ رہنے کا فائدہ پہنچا سکے یا اس کو ایسی سزا دے سکے جو اس کے لئے حقیقت میں سراسر رحمت ہے"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی،
روحانی خزائن جلد ۱۰ صـ ۳۳۹، ۳۴۰)

یہ ہے وہ جامع تقسیم اخلاق جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی ہے۔ غزالی علیہ الرحمتہ کی تقسیم کا مقابلہ کرو۔ بالکل واضح اور بین فرق نمایاں ہے۔ امام غزالی صاحب اس تقسیم و تحدید میں ابن مسکویہ کی کتاب تہذیب الاخلاق کے پیرو ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ اخلاق کی تقسیم و تحدید میں قرآن مجید کے متبع ہیں۔ آپ قرآن مجید کی شان بلند اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجازی تعلیم کا جلال ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جلسہ مذاہب کی اس تقریر کے پڑھنے سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہ سب کچھ قرآن مجید ہی سے استنباط کر کے دکھایا ہے۔

فلسفہ اخلاق میں نہایت باریک بحث

فلسفہ اخلاق میں ایک بحث یہ آتی ہے کہ اخلاق میں اصلاح و فساد کی قابلیت ہے یا نہیں۔ امام غزالی نے اخلاق کی تقسیم و تحدید کے بعد یہی بحث کی ہے اور اس میں قدمائے یونان کے مختلف سکول آف تھاٹس کا ذکر کیا ہے اور انہیں کے اقوال اور اصولوں کی پیروی کر کے ارسطو کی رائے اختیار کی ہے۔ چونکہ اس اہم اور نازک بحث میں مجھ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طرہ امتیاز دکھانا ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اولاً الغزالی سے اس حصہ کو نقل کروں جو اس بحث کے متعلق ہے۔ چنانچہ مولانا شبلی فرماتے ہیں:۔

"امام صاحب نے اس تحدید و تقسیم کے بعد اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ اخلاق میں اصلاح و فساد کی قابلیت ہے یا نہیں؟

قدمائے یونان اس بات کے قائل تھے کہ انسان بالطبع شریر اور بد اخلاق پیدا ہوا ہے۔ لیکن تربیت و تعلیم سے خوش اخلاق ہو سکتا ہے۔

رواقین اس کے خلاف تھے۔ اور انسان کو بالطبع پاکیزہ خو خیال کرتے تھے۔ [رواقین یونانی فلسفہ اخلاق کا وہ مذہب ہے جس کی تعلیم یہ تھی کہ انسان کو رنج و راحت، غم و مسرت دونوں سے غیر متاثر رہنا چاہئے۔ اور جو کچھ پڑے اسے صبر و سکون کے ساتھ جھیلنا چاہئے۔ اس کا بانی زینو ہوا ہے۔ (۳۰۸ قبل مسیح)]۔

جالینوس نے ان دونوں مذہبوں کو اس دلیل سے باطل کیا تھا کہ مثلاً اگر یہ فرض کیا جائے کہ تمام آدمی خلقۃً نیک ہوں تو کوئی شخص تعلیم سے بھی شریر نہیں ہو سکتا۔ خود تو اس میں سرے سے شرارت کا مادہ ہی نہیں۔ دوسروں سے سیکھ سکتا تھا۔ پہلے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ تمام آدمی نیک ہیں اس لئے جب خود سکھلانے والے میں شرارت کا وجود نہیں تو وہ کسی دوسرے کو شرارت کی تعلیم کیونکر دے سکتا ہے؟۔ جالینوس کا ذاتی مذہب یہ ہے کہ بعض انسان بالطبع شریر ہوتے ہیں بعض بالطبع نیک۔ بعض دونوں کے بیچ بیچ میں ہوتے ہیں اور صرف یہی اخیر فرقہ اصلاح کے قابل ہوتا ہے۔

ارسطو نے کتاب الاخلاق میں یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ بد اخلاقی یا خوش اخلاقی کوئی چیز انسان کی طبعی اور جبلی نہیں۔ جو کچھ ہے تعلیم و تربیت کا اثر ہے البتہ تعلیم و تربیت کی قابلیت کے مدارج مختلف ہیں۔

امام صاحب نے ارسطو کی رائے اختیار کی وہ لکھتے ہیں کہ موجودات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو مکمل طور پر پیدا ہوئیں اور ہمارے اختیار سے باہر ہیں مثلاً آفتاب، ماہتاب اور زمین۔ دوسرے وہ جو ناقص پیدا کی گئیں ہیں اور ان میں یہ قابلیت رکھی گئی ہے کہ تربیت سے کامل ہو جائیں مثلاً کسی درخت کا بیج کہ وہ اس وقت بیج ہے لیکن درخت بن سکتا ہے۔ اخلاق انسانی اسی دوسری قسم میں داخل ہیں۔ اس قدر ضرور ہے کہ تمام آدمیوں کی جبلتیں یکساں نہیں بعض کے اخلاق بآسانی اصلاح پذیر ہو سکتے ہیں اور بعض کے بمشکل"۔

(الغزالی مصنفہ علامہ شبلی نعمانی صـ ۸۰، ۸۱)

حضرت مسیح موعودؑ کا اصول

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصول اس بارہ میں وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ پیش کیا ہے۔ آپ اس بارہ میں کسی فلسفی کے مقلد اور معتقد نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے طریق و تعلیم کے پیرو ہیں اور خود خداتعالیٰ سے آپ نے اس راہ مستقیم کو براہ راست بھی حاصل کیا۔ جس طرح پر انبیاء علیہم السلام اور فلاسفروں کے ایمان میں فرق ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور فلاسفروں کے فلسفہ اخلاق میں فرق ہے۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گناہ کو انسانی فطرت کا خاصہ یا جزو قرار نہیں دیا جیسا کہ غلطی سے عیسائیوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اور نہ گناہ کو کوئی ایسی چیز قرار دیا ہے جو قطعاً دور ہی نہ ہو سکتی ہو۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی صفات غافر الذنب اور قابل التوب کو پیش کر کے بدلائل قویہ ثابت کیا ہے کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مجھ کو یہاں یہ بحث نہیں کرنی ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اخلاق کو ایک طبعی قوت قرار دیا ہے اور اس قوت کا جائز اور ناجائز استعمال ہی اس کو بد اخلاقی یا خوش اخلاقی بنا دیتا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو باہر سے آتی ہے بلکہ جیسے تلوار کو صیقل کرنے سے اس کی چمک اور تیزی اندر ہی سے پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح طبعی قوتوں کی تعدیل اور ترتیب سے اخلاق فاضلہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جلسہ دھرم مہوتسو والا مضمون (اسلامی اصول کی فلاسفی) خوب روشنی ڈالتا ہے۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فلسفہ اخلاق میں ارسطو یا غزالی کا اتباع نہیں کیا بلکہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کے طریق کو اختیار کیا اور خدا تعالیٰ سے براہ راست تعلیم پا کر اخلاقی تعلیم کے وہ اصول پیش کئے جو قرآن مجید نے تعلیم کئے ہیں۔ چونکہ اس مقام پر مجھ کو اخلاقیات کی تقسیم کر کے ہر ایک خلق کے متعلق تفصیلی بحث نہیں کرنی ہے بلکہ مختصر طور پر حضرت مسیح موعودؑ کے فلسفہ اخلاق کے امتیاز کو دکھانا ہے اس واسطے میں ان امور کو بیان کروں گا جو آپ کے فلسفہ میں خصوصیت رکھتے ہیں۔

اخلاق فاضلہ کا صدور بر محل

آپ سے پہلے جن لوگوں نے فلسفہ اخلاق پر بحث کی ہے انہوں نے اس بات کی تصریح نہیں کی مثلاً احسان کو عمدہ چیز بتائیں گے لیکن اس کو عدل کے ساتھ نہیں رکھیں گے۔

مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا کہ اخلاق فاضلہ اسی وقت اخلاق فاضلہ ہیں جب ان کا صدور بر محل ہو۔ اور اس میں رعایت عدل کی ہو۔ اور یہ اصول آپ نے قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط کیا ہے۔ "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربیٰ" چنانچہ فرمایا:۔

"احسان کو خداتعالیٰ نے عدل سے موخر کیا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ احسان وہی قابل تعریف ہے کہ جس میں عدل کی رعایت مفقود نہ ہو۔ یعنی وضع شے کا غیر محل میں نہ ہو۔ کیونکہ عدل کے یہی معنی ہیں جو ہر یک شے کو اپنے محل پر وضع کریں۔ پس ایسا احسان کہ مثلاً کوئی شخص چوری کر کے کسی کو مروت سے کچھ دے دے یہ احسان جائز نہیں ہے کیونکہ یہ عدل کی پابندی سے نہیں یا مثلاً ایسا احسان کہ حق دار کے حق سے تغافل کر کے کسی دوسرے سے سلوک کرے اسی طرح ایک خلق فاضل جو احسان میں داخل ہے وہ عدل کی پابندی سے محمود ہے۔ اور اگر عدل کی پابندی نہ رہے یعنی ایسا رحم ہو کہ جس میں عدل فوت ہو جائے یا ایسا عفو ہو کہ جس میں عدل فوت ہو جائے وہ جائز نہیں"

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء صـ ۳، ۴)

اخلاق فاضلہ اتصال بالمبدء کے لئے ہیں

دوسری بات جو اخلاق فاضلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اصولی طور پر بتاتی ہے وہ یہ ہے کہ اخلاق فاضلہ کی علت غائی اتصال بالمبدء ہے۔ انسان کی پیدائش کی علت غائی خداتعالیٰ کا فرمانبردار عبد بننا ہے۔ اس لئے جب تک اس میں یہ حقیقت اخلاق فاضلہ کی نمایاں نہ ہو یہ بات پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور اسی لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اخلاق فاضلہ میں اگر عدل یعنی بر محل صدور کا التزام نہ ہو تو اس سے یہ حقیقت نہیں پیدا ہو سکتی چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ احسان کے معاملے میں ہر یک شخص کو ایثار تو درست ہے یعنی اپنا حق بطور احسان کے دوسرے کو دے دے مگر یہ جائز نہیں کہ کسی دوسرے کا حق احسان میں تلف کرے۔ اسی طرح عفو میں یہ جائز نہیں کہ ایسے موقع میں کہ مقتضاء عدل کا قصاص ہو عفو کرے۔ لیکن یاد رہے عدل سے مراد "وضع الشئی فی محلّہ" ہے۔ اور جمع ہونا عدل اور عفو یا عدل اور احسان یا عدل اور انتقام کا ایک محل میں اجتماع ضدین میں سے نہیں ہے اور عدل میں بہر حال سزا دینا لازم نہیں بلکہ حقیقت عدل کی یہ ہے کہ جو ایک امر باعث اکثر اغلب لوگوں کی بھلائی کا ہے وہی بجالایا جائے یعنی وضع شے کا اپنے محل پر کیا جائے۔ اس صورت میں عدل اور اخلاق فاضلہ میں کچھ تضاد نہیں بلکہ اخلاق فاضلہ وہی اچھے ہیں کہ جب عدل کے ساتھ جمع ہوں اور جو علت غائی اخلاق فاضلہ کی یہ ہے یعنی اتصال بالمبدء کے لئے ذریعہ ہونا وہ تب ہی متحقق ہو سکتی ہے کہ جب بشمول عدل اخلاق فاضلہ صادر ہوں کیونکہ خداتعالیٰ حق محض ہے اور ہر ایک امر جو حقانیت سے خالی ہو وہ ذریعہ اس کے حصول کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے بعد اور دوری پیدا ہوتی ہے اور اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اخلاق فاضلہ فی نفسہ کچھ چیز ہی نہیں بلکہ وہ اس لئے استعمال میں لائے جاتے ہیں کہ تا حصول وصال الٰہی کے لئے وسائل ہوں۔ پس وہ اسی حالت میں وسیلہ ٹھہر سکتے ہیں کہ جب "علیٰ وجہ الحق والحکمۃ" صادر ہوں کیونکہ جب اخلاق "علیٰ وجہ الحق والحکمۃ" صادر ہونگے تو انسان کو التزام حق کا ایک ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ اور وہ حقانی طبع کا آدمی بن جائے گا اور یہ امر اس کے لئے باعث اتصال بالمبدء کا ہے۔ کیونکہ التزام حق کو بجز مبدء قدیم کے اور کسی چیز سے تشبہ اور مناسبت نہیں اور جب تک انسان تخلق باخلاق اللہ اختیار نہ کرے درجہ محویت کا اس کو حاصل نہیں ہو سکتا"۔

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء صـ ۳، ۴)

اس بیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اخلاق فاضلہ کی اصل غرض بتا دی ہے اور عیسائیوں کے اس فلسفہ نجات کا استیصال کر دیا ہے جو وہ مسئلہ کفارہ کی بنیاد قائم کرنے کے لئے اس اصول پر قرار دیتے ہیں کہ عدل اور رحم یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔ آپ نے اس عام خیال سے ممتاز اصل بتایا ہے عدل کی حقیقت وضع الشئی فی محلّہ ہے اور یہ تمام صفات کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ فلسفہ اخلاق پر بحث کرنے والوں میں سب سے ممتاز طریق یہی ہے۔

■■■■ (باقی اگلے شمارہ میں)

AUTO REPAIRS
ANY AUTO ELECTRICAL
OR MECHANICAL REPAIRS
ALL CAR MODELS AND MAKES
FOR FURTHER INFORMATION CALL
NASEER AHMAD KHALID
ON:
(081) 789 1913

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

خطبہ جمعہ

جماعت احمدیہ کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصائح پر گہری نظر سے ان کی حقیقتیں پہچان کر جہاں تک توفیق ملتی ہے ان کا عرفان حاصل کر کے ان پر عمل کرنا چاہئے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۱۲ اگست ۱۹۹۴ء مطابق ۱۲ ظہور ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ‹بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*›.

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (آل عمران: ۱۰۵)

آج کے خطبے سے پہلے جو اجتماعات کے اعلان ہیں ان میں سب سے پہلے مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کا سالانہ اجتماع ہے جو آج ۱۲ اگست سے شروع ہو رہا ہے اور تین دن جاری رہے گا۔ مجلس خدام الاحمدیہ سوئٹزرلینڈ کا بھی تین روزہ اجتماع آج ہی شروع ہو رہا ہے اور تین دن تک جاری رہے گا اور لجنہ اماء اللہ سوئٹزرلینڈ کا سالانہ اجتماع کل ۱۳ اگست سے شروع ہو کر دو دن جاری رہے گا۔ جماعت احمدیہ کینیڈا کی تیسری نیشنل تعلیم القرآن کلاس آج ۱۲ اگست سے شروع ہو کر ۱۸ اگست تک جاری رہے گی۔ اس کے علاوہ سرینام کی طرف سے یہ شکوہ موصول ہوا ہے کہ ہم نے بھی اعلان کے لئے کہا تھا۔ ۲۹و ۳۰ اور ۳۱ جولائی کو ہمارا بھی جلسہ ہو رہا تھا لیکن آپ نے وہ اعلان نہیں کیا۔ سرینام کی جماعت ماشاء اللہ اب اٹھ رہی ہے۔ ایک لمبا عرصہ سونے کے بعد کچھ بیداری کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اس لئے اس اعلان سے اگر مزید ان کی آنکھیں کھولنے میں مدد ملے تو بہت اچھا موقع ہے اللہ تعالیٰ ان کو پوری طرح بیدار ہو کر اعلیٰ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ جو اعلانات ہیں ان میں ایک شکوہ ہے جو جائز ہے۔ ٹرینیڈاڈ کی طرف سے شکوہ ملا ہے کہ ایک اہم ملک کا اضافہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کرنے کی توفیق عطا فرمائی تھی اور اس کی رپورٹ بھی بھجوائی گئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے وہ فیکس وقت پہ پہنچی نہیں اس لئے وہ نام رہ گیا۔ پس ملکوں کی فہرست میں بھی ایک اضافہ ہو جاتا ہے اور اس میں ٹرینیڈاڈ نے چونکہ غیر معمولی کوشش کی اور خدمت کی اور ان کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے اچھا پھل لگایا اس لئے ان کو بھی اس فہرست میں یعنی نئے ملکوں میں احمدیت کا پودا لگانے والوں میں داخل سمجھنا چاہئے۔ انہوں نے ایک نئے جزیرے جو ایک الگ حکومت پر مشتمل ہے۔ ایسٹرن کیربین کے جزیرے Saint Lucia میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ احمدیت کا پودا لگایا ہے اور یہ زیادہ تر افریقی نسل کے باشندے ہیں جو وہاں آباد ہیں۔

جلسہ سالانہ یو۔ کے پر جو پیغامات تہنیت ملتے رہے اور وہ آخری آدھے گھنٹے کے عرصہ میں جو آدھے لمحے کا عرصہ لگتا تھا اتنے کثرت سے پیغام آ رہے تھے کہ ناممکن تھا کہ ان کو وصول ہی کیا جا سکتا تو بعد میں بعض خطوط ملے۔ بعض Faxes، بعض ٹیلیفون آئے کہ ہم بھی بہت بے قرار تھے اس وقت شامل ہونے کے لئے اور شامل تھے لیکن ہمارا نام آپ تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ ان میں سب سے پہلے وکیل اعلیٰ تحریک جدید کا نام ہے۔ ناظر صاحب اعلیٰ کا نام پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ پھر امیر صاحب یو۔ ایس۔ اے۔ کہتے ہیں ہم نے بھی بہت کوشش کی تھی لیکن افسوس رابطہ نہیں ہو سکا۔ سرینام کے انچارج حمید احمد صاحب ظفر نے بھی پیغام دیا ہے اور کراچی کی طرف سے عبدالرحیم بیگ صاحب قائم مقام امیر کا بھی یہی پیغام ہے۔ اسی طرح لاس اینجلیز، سعودیہ، میرپور خاص، نوکوٹ، جاپان اور کینیڈا سے بھی بعض متفرق پیغام ملے ہیں۔

جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے پہلے بھی کر چکا ہوں اس کا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ اور چاہئے کہ تم میں سے ایسی قوم نکلے جو بھلائیوں کی طرف، اچھی باتوں کی طرف بلانے والی ہو جائے وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ اور ہمیشہ اچھی باتوں کا حکم دیتی رہے۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور ہمیشہ بری باتوں سے روکتی رہے۔ قوم کے حوالے سے میں نے یہ تانیث میں ترجمہ کیا ہے ورنہ لفظاً جو يَاْمُرُوْنَ کا مطلب ہے حکم دیتے رہیں اور يَنْهَوْنَ کا مطلب ہے وہ لوگ برائیوں سے روکتے رہیں تو اس وضاحت کے بعد میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ جو خطبات کا سلسلہ شروع ہے اس کا بنیادی طور پر اسی مضمون سے تعلق ہے۔ کچھ نیک نصیحتیں جو میں کر رہا ہوں وہ تمام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے کر رہا ہوں کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی نصیحتوں میں بھی بہت عظیم حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ بہت گہرا اثر ہے۔ بہت وزنی ہیں جہاں تک دلوں پر اثر کا تعلق ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق حضرت جریرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا "جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتا"۔ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے اس ایک عظیم الشان حکمتوں کا سمندر بیان ہو گیا ہے۔ ہر انسان اللہ تعالیٰ سے ایک توقع رکھتا ہے اور اس سے نیچے بندے اس سے کچھ توقع رکھتے ہیں۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کی توقعات اللہ تعالیٰ پوری فرمائے تو ضروری ہے کہ اپنے نیچے جو بندے اس کے سپرد ہیں ان کی توقعات اپنے حق میں پوری کر کے دکھائے۔ یہ ناممکن ہے کہ خدا کے بندوں سے تعلق کاٹ دیا جائے اور خدا کا تعلق برقرار رہے۔ پس یہاں رحم کا تعلق ہے اگرچہ یہ لفظ عام طور پر نرم دلی سے پیش آنے کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر بنیادی اصول یہی ہے کہ ہر وہ بات جس میں آپ اپنے ہم جنسوں سے یا اپنے ماتحتوں سے بدسلوکی کرتے ہیں یا ان کے حقوق کا خیال نہیں رکھتے۔ ان تمام باتوں میں اصولاً آپ اللہ تعالیٰ کے رحم کے اور اس کے پیار کی توجہ کے مستحق نہیں رہتے۔ پس اس پر غور کر کے اگر ہم اپنے تمام تعلقات کے دائروں کی نگرانی کریں تو بہت سے ایسے تعلقات ہیں جن میں ہمیں رخنے دکھائی دیں گے اور بہت سی ایسی دعائیں ہیں جن کی ناکامی کا سبب معلوم ہو جائے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی گریہ وزاری کے ساتھ یہ دعا کی یا وہ دعا کی اور جہاں تک ان کے اپنے ماتحتوں سے تعلق کا سوال ہے یا اپنے ہم جنسوں، دوسروں سے تعلق کا سوال ہے انہی معاملات میں وہ ان سے زیادتی کر جاتے ہیں۔ مثلاً کئی ایسے ہیں جو غربت کا شکوہ کرتے ہیں کہتے ہیں ہم نے بہت خدا کے حضور گریہ وزاری کی مگر کوئی شنوائی نہیں ہوتی اور واقعہ یہ ہے کہ بہت سے ان میں ایسے ہیں جن کی بعض دفعہ یہ کمزوریاں پوشیدہ رہ جاتی ہیں۔ ان پر ستاری کا پردہ پڑا رہتا ہے۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کی کمزوریاں لوگوں کے سامنے کھلیں یا نہ کھلیں میرے سامنے آ جاتی ہیں اور اس وقت یہ نکتہ سمجھ آتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے بھائیوں سے معاملات میں دیانتداری کے سلوک نہیں کئے۔ جو اعلیٰ توقعات امانت کی ان سے وابستہ تھیں ان کو پورا نہیں کیا۔ اور پھر خدا سے شکوے ہیں کہ ہم تیرے حضور گریہ وزاری کرتے رہے ماتھا ٹیکتے رہے مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

ایک اور اہم پہلو اس میں قابل توجہ یہ ہے کہ اللہ کے حضور محض مالی ضرورت لے کر جانا یہ دعا کی قبولیت کی ضمانت نہیں ہو سکتی۔ اللہ سے تعلق اور محبت کے رشتے استوار رہنے چاہئیں اور ان رشتوں کے نتیجے میں پھر خدا کے فضل نازل ہوتے ہیں اور جہاں محبت کے تعلقات استوار ہوں وہاں نقصان بھی انسان خدا کی خاطر خوشی سے برداشت کرتا ہے۔ پس اگر نقصان کے وقت انسان کا غصے کا پارہ چڑھ جائے اور انسان یہ سمجھے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہ میرا نقصان

ہونے دیا یہ تکبر بھی ہے اور قرآن کریم اس کے خلاف سخت کراہت کا اظہار فرماتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا وعید ہے۔ پس اپنے نقصانات میں بھی آپ پہچانے جاتے ہیں اور ایسی صورت میں جو واقعۃ خدا کے حضور راضی برضا رہتے ہوئے سر جھکا دیتا ہے اس کی ضرورت کی دعائیں پھر پوری کی جاتی ہیں۔ اس لئے اس مضمون سے یہ جو مختلف باریک پہلو نکل رہے ہیں یہ حدیث کے الفاظ تو چند ہیں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اور ایک دو مثالیں دے کر مضمون کھول رہا ہوں اپنے تمام زندگی کے تعلقات کے دائرے میں اس بات کو استوار کر کے دیکھیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو خدا کے بندوں کی مدد میں رہتے ہیں دعا نہ بھی کریں تو اللہ ان کی مدد پر رہتا ہے۔ اور جو اپنے بھائیوں، اپنے قریبیوں کے حال سے غافل رہیں خواہ ان کا مالی نقصان نہ بھی کریں، بد دیانتی سے نہ بھی پیش آئیں لیکن ان کے غم محض اپنی ذات کے لئے ہوں، اپنے عزیزوں کے لئے نہ ہوں، اپنے گرد و پیش کے لئے نہ ہوں، ان کی دعائیں بھی اسی حد تک کمزور ہو جاتی ہیں۔ پس دعاؤں کی قبولیت کا گہرا راز اس مضمون میں ہے کہ جو بندوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے رحم کا سلوک نہیں فرماتا۔

ایک حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيبُوهُ، وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ. فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُونَهُ بِهِ فَادْعُوا لَهُ حَتّٰى تَرَوْا اَنَّكُمْ قَدْ كَافَاْتُمُوهُ.

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے نام پر پناہ مانگتا ہے اس کو پناہ دو۔ اور جو شخص اللہ کا نام لے کر مانگتا ہے اسے کچھ نہ کچھ ضرور دو۔ اور جو شخص دعوت کے لئے بلاتا ہے اس کی دعوت قبول کرو۔ جو شخص تم سے نیک سلوک کرتا ہے اس کے اس نیک سلوک کا بدلہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دو۔ اگر بدلہ دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو اتنی دعا کرو کہ تمہارا دل مطمئن ہو جائے کہ گویا تم نے بدلہ ادا کر دیا ہے"۔

ہر وہ بات جس میں آپ اپنے ہم جنسوں سے یا اپنے ماتحتوں سے بد سلوکی کرتے ہیں یا ان کے حقوق کا خیال نہیں رکھتے۔ ان تمام باتوں میں اصولاً آپ اللہ تعالیٰ کے رحم کے اور اس کے پیار کی توجہ کے مستحق نہیں رہتے

بہت ہی پیارا کلام ہے بہت ہی تفصیل سے باریکی میں اتر کر مضمون کو سمجھایا گیا ہے کہ دعا محض کر دینا کہ ٹھیک ہے جزاک اللہ کہہ کر الگ ہو جائیں یہ کافی نہیں ہے جب تک دل مطمئن نہ ہو کہ میرے دل سے بوجھ اتر گیا ہے اور اپنے بھائی کی میں نے دعا سے اتنی خدمت کر دی ہے کہ اللہ ضرور اس کا فیض اس کو پہنچائے گا اس وقت تک دعا سے رکنا نہیں تمہارا حق ادا نہیں ہوگا۔ اس حدیث میں چھوٹی چھوٹی کئی باتیں ہیں ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ قریب سے دیکھنا ضروری ہے۔

"جو اللہ کے نام پر پناہ چاہے اسے تم پناہ دو"۔ اللہ کے نام پر پناہ چاہنے والے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو خدا کے دشمن رہے ہوں اور ان پر یہ مضمون بلا استثناء صادق نہیں آتا۔ کئی ایسے واقعات بھی تھے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں جنہوں نے تمام عمر دشمنی میں گزاری اور بعد میں پناہ مانگی تو ان کو پناہ نہیں دی گئی۔ بعضوں کو بعد میں پناہ دے دی گئی مگر بعضوں کو وطن چھوڑ کر دوسرے ملکوں کی طرف بھاگنا پڑا۔ تو اللہ کے نام پر پناہ مانگنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو کسی شر سے پناہ نہیں مل رہی اور پناہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے گھر میں جگہ دو کیونکہ اگر یہ مضمون ہو تو پھر دنیا کا ہر گھر، گھر والوں کے سوا ہر ایک دوسرے سے بھر جائے۔ اس لئے حدیث کو اس کے محل اور موقع کے مطابق سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ پناہ سے مراد ہے کسی شر سے پناہ، کسی فتنے سے پناہ۔ پس ایک شخص کسی بڑے آدمی کے مظالم کا شکار ہے۔ وہ کسی کے پاس پناہ لینے آتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ جتنی اس کو طاقت ہے اس کی حمایت کرے اور اس بات کا خوف نہ کرے کہ اس حمایت کے نتیجے میں اسے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ حلف الفضول کو جو روح تھی وہ یہی تھی۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے بھی نبوت سے پہلے حلف الفضول کا ممبر بننا قبول فرمایا اور اس دور میں اپنے عہد کو اس طرح قائم رکھا کہ ایک دفعہ نبوت کے بعد جبکہ نبوت کے نام پر بے شمار دشمنیاں پیدا ہو چکی تھیں ایک شخص آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا آپ وہی ہیں نا جو حلف الفضول کے عہد کے ممبر تھے ان میں سے ایک آپ ہیں اور میں وہ عہد آپ کو یاد دلاتا ہوں اور آپ سے تقاضا کرتا ہوں کہ ایک ظالم شخص نے میری رقم دبائی ہوئی ہے اس سے رقم دلوائیں۔ آنحضورؐ نے پوچھا وہ کون ہے تو اس نے کہا ابو جہل۔ اب بعد از نبوت ابو جہل کی دشمنی اور اس کا عناد اور ایک پرانے عہد کو اس پر صادر کرنا عام حالات میں تو ایک آدمی کہہ سکتا ہے کہ بڑی نا معقول بات ہے۔ حلف الفضول کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ جو دین میں جان کے دشمن بن چکے ہوں ان سے چیز دلوائی جائے۔ ایک معقول کوشش کی حد تک وعدہ ہے اور وہ پورا ہو سکتا تھا اگر یہ خاص غیر معمولی دشمنی کے حالات نہ ہوتے مگر بہر حال حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم عہد کے معاملات میں ادنیٰ سا داغ بھی اپنے اوپر قبول نہیں فرماتے تھے۔ جائز تھا انکار کر دیتے مگر آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ صحابہ کو بھی تعجب ہوا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اس کو ساتھ لیا اور ابو جہل جو ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس جا کر کہا کہ تو نے اس کے اتنے پیسے دینے ہیں یہ غریب اور مظلوم ہے اس کے پیسے ادا کرو۔ اس نے کہا ٹھیک ہے میں ابھی دلواتا ہوں اور رقم کے لئے کسی کو ہدایت کی وہ رقم لا کر اس نے پیش کر دی اور وہ شخص لے کر شکریہ ادا کیا یا نہیں کیا وہاں سے رخصت ہوا۔ بعد ازاں اس کے ساتھیوں نے ابو جہل سے کہا کہ تم تو ہمیں تعلیم دیا کرتے تھے کہ اس شخص کا جان، مال اور عزت سب حلال ہے اور جب موقع ملے اس کو ہلاک کر دو اور تمہارا اپنا یہ حال ہے کہ تیرے پاس اکیلا آیا اور تو نے ان کی باتیں سنیں اور ان پر عمل کیا۔ ابو جہل نے جواب دیا کہ تم نے وہ نہیں دیکھا جو میری آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔ میں انکار کے لئے لب ہلانا چاہتا تھا تو میں دیکھتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے پیچھے گویا دو مست اونٹ کھڑے ہیں جو مجھ پر ہر دم حملے کے لئے تیار تھے۔ اگر میں انکار کرتا تو مجھ پہ جھپٹ پڑتے۔ اس نظارے سے میں اتنا مرعوب ہو گیا کہ مجھ میں طاقت نہیں تھی کہ میں انکار کر سکتا۔ تو اللہ کے نام پر جو لوگ دوسروں کو پناہ دینے کا عہد کرتے ہیں اور پھر خالص وفا کے ساتھ اس پر قائم رہتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کو کیا نقصان پہنچے گا اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر مستعد ہو جاتا ہے اور ان کو نقصان نہیں پہنچنے دیتا۔ لیکن اس یقین دہانی کے بعد آپ کو قدم نہیں اٹھانا چاہئے۔ اس یقین دہانی سے پہلے اٹھانا چاہئے۔ یہ شرط نہیں ہے کہ پہلے آپ کو خدا کی طرف سے یقین دلایا جائے کہ میں بالکل کچھ نہیں ہونے دوں گا تم عہد پر قائم رہو۔ بلکہ مومن کا تجربہ بتاتا ہے اور لمبا تجربہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلص بندوں کو نقصان نہیں پہنچنے دیتا اس لئے جو عہد پورا کرتا ہے تو عہد کے ساتھ ایفاء کی جو شرط لگی ہوئی ہے، جو قرآن نے لگا رکھی ہے، جو سنت نبوی نے لگا رکھی ہے اس شرط کے پیش نظر پورا کرنا ہے خواہ اس راہ میں سب کچھ کھویا جائے۔ یہ ہے پناہ کا مضمون اور اس میں ہر قسم کی پناہ لینے والے آتے رہتے ہیں۔

جب اللہ کے نام پر کوئی پناہ مانگتا ہے اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کو انسانوں سے مایوسی ہو چکی ہوتی ہے۔ عام طور پر دنیا والے پہلے لوگوں کی طرف جھکتے ہیں۔ جب سب دروازے کھٹکھٹا چکیں اور کچھ پیش نہ جائے تب وہ اللہ والوں کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ کے نام پر ہمیں یوں کرو اور اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ آخری دروازہ ہے اس کو بند نہ کرنا آخر تمہارے خدا کے نام پر ہے یہ بہت ہی گہری اللہ سے پیار کا اظہار کرنے والی حدیث ہے، پیار کی مظہر حدیث ہے۔ یعنی دنیا نے تو اس کو چھوڑ دیا اس کو کوئی اور دروازہ نہ ملا مدد کے لئے، اگر ملتا تو کبھی تمہارے پاس آ کے یہ نہ کہتا کہ مجھے اب اللہ کے نام پر پناہ دو۔ تو اس دروازے کو بند نہ کرنا کیونکہ خدا کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے دروازے اس کے بندوں پر ہمیشہ کھلے رہیں اور اگر تم اس کا ذریعہ بن جاؤ گے تو اللہ کی رحمت کے دروازے تم پر کھلیں گے۔ پس اس مضمون کی وسعت اور گہرائی کے ساتھ جب آپ اس حدیث پر عمل کریں گے تو آپ کی جو انفرادی کمزوریاں ہیں وہ اپنی جگہ، ان حدود کے اندر ہی بہر حال آپ نے

DISTRIBUTORS OF CRIMPLENE/ VELVET & POLYESTER COTTON CLOTH/ QUILTS & BLANKETS/ PILLOWS & COVERS/ VELVET CURTAINS/ NYLON & SATIN FINISH BED SPREADS/ BED SETTEE & QUILT COVERS/ VELVET CUSHION COVERS/ PRAYER MATS/ ETC. ETC DIRECT SALE TO THE PUBLIC

CROWN TEXTILES,
138 ABBEY ROAD, BRADFORD, BD8 8DP
PHONE 0274 724 331/ 488 446
FAX 0274 730 121

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS

ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

کام کرنا ہے آپ کی طاقت سے بڑھ کر خدا آپ سے توقع نہیں رکھتا۔ لیکن جہاں تک آپ کسی کو خدا کے نام پر پناہ دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ پناہ دینے کی کوشش کریں۔

پھر فرمایا کہ ”جو اللہ کا نام لے کر مانگتا ہے اسے کچھ نہ کچھ ضرور دو“۔ کچھ نہ کچھ دینے کا جو مضمون ہے اس کو ایک حدیث میں مزید کھول دیا گیا ہے۔ بعض دفعہ انسان کے پاس کچھ بھی دینے کے لئے نہیں ہوتا۔ یا اتنا تھوڑا ہے کہ اس شخص سے زائد حق دار اس کے موجود ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ سختی سے انکار نہیں کرنا بلکہ اس کے حق میں کلمہ خیر کہنا ہے اور دعا کے ذریعے اس کی مدد ہونی چاہئے۔ کلمہ خیر جب کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے نرمی کا سلوک کرو۔ اس کو دعا دو۔ پس دعا بھی ایک طاقت ہے اور اگر ان معنوں میں آپ دعالیں کہ اور کچھ نہیں تو چلو دعا ہی دے دو تو بالکل غلط ہے۔ اس وقت یہ یقین رکھتے ہوئے کہ چونکہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میں عملاً اس قربانی میں شامل نہیں ہو سکتا اس لئے میں اپنے عطا کرنے والے سے مانگتا ہوں کہ تو اس کو عطا فرمادے۔ اس صورت میں یہ دعا قبول ہوگی کہ اگر انسان کی عادت ہو کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں اپنے غریب بھائیوں کا حصہ نکالنے کی دیانتداری سے کوشش کرتا ہے اور جو کرتا ہے وہ دیکھے گا اور ضرور دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ صرف اس کو ہی عطا نہیں کرے گا جو مانگنے آیا تھا اس کو بھی بہت عطا کرے گا اور اس میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے۔ تمام وہ لوگ جو ان راہوں پر چلنے والے ہیں وہ گواہ ہیں سب دنیا میں ایسے احمدی گواہ ہیں اور بسا اوقات مجھے خطوں کے ذریعے اپنے تجربے بھی لکھتے ہیں کہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے تیار رہنا خواہ قربانی کی توفیق نہ بھی ملے ایک اتنا مقبول عمل ہے کہ خدا کی نظر میں اتنا پسندیدہ ہے کہ اس نہ کی ہوئی قربانی کو بھی اللہ قبول فرمالیتا ہے اور جزاء اسی طرح دیتا ہے جیسے قربانی ہو گئی اور اس کو ہی نہیں جس کے حق میں دعا کی گئی ہے اس کو بھی جزاء دیتا ہے جس نے دعا کی ہو۔

> **جو اپنے بھائیوں، اپنے قریبیوں کے حال سے غافل رہیں خواہ ان کا مالی نقصان نہ بھی کریں، بد دیانتی سے نہ بھی پیش آئیں لیکن ان کے غم محض اپنی ذات کے لئے ہوں، اپنے عزیزوں کے لئے نہ ہوں، اپنے گردو پیش کے لئے نہ ہوں ان کی دعائیں بھی اسی حد تک کمزور ہو جاتی ہیں**

پھر آپ نے فرمایا ”جو شخص دعوت کے لئے بلاتا ہے اس کی دعوت قبول کرو“۔ اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں ان کی روشنی میں اس کو سمجھنا چاہئے ورنہ یہ تو ناممکن ہے کہ ایک شخص مثلاً میں اپنی مثال دیتا ہوں مجھے جو دوست یہاں دعوت پر بلاتے ہیں میں ان سے منتیں کرتا ہوں بعض دفعہ کہ خدا کے لئے نہ بلاؤ اگر ایک دفعہ میں نے رستہ کھول دیا تو اس کو بند نہیں کیا جا سکے گا۔ اور بہت شاذ کے طور پر اپنے دل میں ان کے بعض استحقاقات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض کے حق میں فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر یہ سلسلہ ہو تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب میں جرمنی جاؤں گا وہاں ہزاروں گھر ایسے ہیں جو کہیں گے ہمارے گھر ضرور آؤ اور چند منٹ کے لئے بھی جائیں تو آپ کے مہینے خرچ ہو جائیں گے۔ قادیان جب گیا تھا تو وہاں بعض لوگوں نے بڑی لجاجت سے اور بڑے، بے حد اخلاص سے کہا کہ ہمارے گھر میں ایک دفعہ قدم رکھ جائیں اور کہا تو یہی جاتا ہے کہ قدم رکھ جائیں۔ وہاں جائیں تو وہاں چائے بھی تیار ہوتی ہے یا کوئی پھل جو کچھ توفیق ہو یا کوئی دودھ کا گلاس لئے بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ ایک گھونٹ اور آپ ایک گھونٹ بھر کر باہر نکلتے ہیں تو آگے لائن لگی ہوتی ہے کہ ہمارا گھر بھی ساتھ ہی ہے وہاں تشریف لے آئیں۔ جب میں نے ایک سلسلہ شروع کیا تو پھر باقی وقت قادیان میں میرا اسی طرح گھروں میں ہی پھرتے ہوئے گزر گیا، ان کی دلداری کی تو توفیق مل گئی لیکن بہت سے ایسے اہم کام تھے جن کی طرف توجہ دینا ضروری تھا جو توجہ سے محروم رہ گئے۔ بہت سے ایسے غیر تھے ملنے والے جن کی درخواستیں دیکھنے کا بھی موقع نہیں ملا اور یہاں آکر پتہ چلا کہ وہ جماعت کے لئے بہت اہمیت رکھتے تھے۔ اہل قادیان کے مفاد میں تھا کہ ان سے ملتا، ان سے کھل کر گفتگو کرتا لیکن جب واپس آیا تو پھر ڈاک دیکھی تو پتہ چلا کہ وہ درخواستیں پڑی رہ گئی ہیں۔ بعضوں کے شکوے بعد میں آنے شروع ہو گئے۔ تو ہر چیز کو موقع اور محل کے مطابق دیکھنا چاہئے۔ اس حدیث کا جو میں مطلب سمجھا ہوں وہ اس حدیث سے ہی نہیں بلکہ دوسری حدیثوں کے حوالے سے ان کی روشنی میں اس کو جانچ کر سمجھا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ایک جگہ فرمایا کہ خواہ ایک بکری کے پائے کی دعوت ہی کیوں نہ ہو اور بعض اور جگہ ایسی باتیں بیان فرمائیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ازراہ تکبر اپنے غریب بھائی کی دعوت رد کرنا ایک گناہ ہے اور اس کی دل شکنی کا موجب ہوتا ہے۔ پس کوئی ایسی دعوت رد نہ کرو جس میں تمہاری نیت میں کوئی ایسا ادنیٰ سا بھی فتور ہو کہ تم اپنی بڑائی کی وجہ سے رد کر رہے ہو یا کسی کی غربت کی وجہ سے رد کر رہے ہو۔ یہی مفہوم ہے جس کے مطابق تمام حدیثیں ایک دوسرے سے مطابقت کھا رہی ہیں ورنہ یہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ عملاً لفظاً لفظاً بعض لوگ اس حدیث پر عمل کریں کیونکہ بعض لوگوں کے تعلقات کے دائرے اتنے وسیع ہوتے ہیں کہ ان کے لئے ہر دعوت کو ظاہراً قبول کرنا ممکن نہیں ہوتا مگر دعوت کو ایک اور رنگ میں بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔ اسی محبت اور اخلاص سے ان کے شکریے ادا کئے جائیں، ان سے معذرتیں کی جائیں یہاں تک کہ وہ معذرتیں قبول کر لیں۔ یہ بھی ایک دعوت قبول کرنے کا رنگ ہے۔ تو جہاں آپ دعوتیں لفظاً لفظاً قبول نہیں کر سکتے وہاں کم سے کم کلمہ خیر کے ذریعے اپنی اس کمزوری کا ازالہ کریں اور اس کو یقین دلا دیں دعوت کرنے والے کو کہ تمہاری دعوت کی میرے دل میں گہری قدر ہے، میں ممنون احسان ہوں گویا میں نے دعوت قبول کر لی ہے لیکن میری مجبوریاں حائل ہیں۔

پھر فرمایا کہ ”جو شخص تم سے نیک سلوک کرتا ہے اس کے اس نیک سلوک کا بدلہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دو۔ اگر بدلہ دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو کم سے کم دعائے خیر ہی کرو“۔ یہ وہی بات ہے جو میں پچھلی حدیث کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں اور اس میں پھر یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ دعا اتنی کرو کہ تمہیں احساس ہونے لگے کہ تم نے اس کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے۔

ایک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ”کُنْ وَرِعاً تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ“ کہ تو پرہیزگار ہو جا، متقی ہو جا تو سب بندوں میں زیادہ عبادت کرنے والا شمار کیا جائے گا۔

اب یہ بہت ہی اہم مضمون ہے اس پر غور کرنا چاہئے۔ عبادت کا مقصد نیک بنانا ہے اور اگر ایک شخص دن رات عبادت میں مصروف ہو لیکن تقویٰ سے عاری رہے اور روزمرہ کے اس کے انسانی تعلقات میں بھی رضائے باری تعالیٰ کے تابع تعلقات قائم نہ ہوں تو ایسے شخص کی عبادتیں بے کار ہیں۔ لیکن ایک شخص نیکی میں اتنا مصروف ہے کہ عبادت میں کمی آ رہی ہے یہ مطلب نہیں کہ فرض عبادات بجا نہیں لاتا یا نوافل کا کلیۃً تارک ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس میں غیر معمولی انہماک نہیں دکھا سکتا، ایسے شخص کو یقین دلایا گیا ہے کہ اگر تو نیکی پر قائم ہے اور خالصتاً للہ کام کر رہا ہے تو اعبد الناس بن جائے گا، سب لوگوں سے بڑھ کر عبادت کرنے والا۔ یہ جو مضمون ہے اس کے اوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ایک اور ارشاد گواہ ہے اس لئے کوئی نفسی تعبیر نہیں حقیقتاً یہی مراد ہے اور اس کی تشریح یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ اگر تم رضائے باری تعالیٰ کی خاطر اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالتے ہو تو عبادت ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ ایک شخص ایسا نیک ہو چکا ہو کہ روزمرہ کی زندگی کے سارے کام وہ اللہ کی رضا کی خاطر کرتا پھر رہا ہے تو اعبد الناس تو خود بخود ہو گیا کیونکہ اس کا زندگی کا ہر لمحہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس تشریح کی روشنی میں عبادت بن جاتا ہے۔ پس کوئی فرضی بات نہیں ہے حقیقتاً ساری زندگی عبادت بن جاتی ہے۔ پس جس کی ساری زندگی عبادت بن چکی ہو اس سے زیادہ عبادت کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔

پھر فرمایا ”کُنْ قَنِعاً تَکُنْ اَشْکَرَ النَّاسِ“ کہ قانع ہو جا، قناعت اختیار کر۔ تمام شکر گذار بندوں سے زیادہ شکر گذار تو ہو جائے گا۔

اب قناعت کیا چیز ہے اس سلسلے میں میں ایک دفعہ تفصیلی روشنی ایک دو خطبات میں ڈال چکا ہوں یاد دہانی کے طور پر مختصراً یہ بتاتا ہوں کہ قناعت کہتے ہیں جو کچھ خدا نے دیا ہے خواہ وہ بہت تھوڑا ہی ہو اپنے پاؤں اس چادر کے اندر سمیٹ لیں اور اس سے باہر پاؤں نکالنے کا تصور بھی نہ کریں۔ ایسا شخص جو ہے وہ کبھی قرض دار نہیں بن سکتا۔ ایسا شخص اپنی تمناؤں کو سمیٹتا ہے۔ اپنی ضرورتوں کو سکیڑتا ہے یہاں تک کہ وہ اس چادر کے اندر سما جاتا ہے جو خدا نے اس کو رزق کی چادر عطا فرمائی ہے اور ایسا شخص پھر شکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا کہ میری تمام ضرورتیں پوری ہیں

M.A. AMINI TEXTILES

SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS

PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET, BRADFORD BD1 5JA

TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469

81/ 83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ

TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

میں ٹھیک ہوں تیرے حضور اور یہی شکر ہے۔ ان معنوں میں بھی جو قناعت اختیار نہیں کرتا اور خدا کے دئے ہوئے سے آگے بڑھ کر ناجائز طور پر یا اپنے نفس کو یہ یقین دلا کر کہ سب کچھ جائز ہے لوگوں کے اموال پر نظر رکھتا ہے لوگوں سے مانگتا ہے ان کے آگے جھکتا ہے کبھی قرض کے نام پر کبھی ویسے بھکاری بن کر وہ خدا کا شکر گزار نہیں ہو سکتا اس کی تو ساری ضرورتیں پھر بندوں کی محتاج ہو جاتی ہیں اور اسے شکر کیسے نصیب ہو گا۔ ہر وقت اس کا دل کفر میں مبتلا رہتا ہے کہ اچھا خدا نے تو ضرورت پوری نہیں کی ہم نے فلاں سے قرض لے کر پوری کر لی۔ فلاں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر پوری کر لی، فلاں کے آگے اپنے رونے رو کر پوری کر لی۔ پس وہ اپنے دکھڑے ہر ایک کے سامنے بیان کرتے رہتے ہیں اور روتے رہتے ہیں اور ساری زندگی ان کی اسی طرح گزر جاتی ہے۔ قرض لیتے ہیں تو واپس نہیں کرتے، تجارت کرتے ہیں تو دھوکا کر جاتے ہیں۔ ایسا شخص حقیقت میں ان کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا جن سے یہ ظلم کر رہا ہوتا ہے اور کبھی ایسے لوگ ان کا شکر ادا کرنے کی نفسیاتی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ جو شخص کسی سے دھوکا کرتا ہے وہ اس کے خلاف کوئی عذر بھی بناتا ہے اور عموماً اس کے خلاف شکوے شروع ہو جاتے ہیں کہ اس نے تو مجھ سے یہ کیا تھا، اس نے تو مجھ سے یہ معاہدہ کیا تھا، اس نے تو مجھ پر ظلم کر دیا، مجھے نوکری دے دی حالانکہ مجھے دوسری جگہ بہت اچھی نوکری مل رہی تھی اور میں اس کی خاطر آیا تھا۔ ہزار نفس کے بہانے ہیں جو اگر انسان اپنے دل میں غور کرے تو جانتا ہے کہ جھوٹے ہیں اور وہ بندوں کا بھی شکر گزار نہیں بنتا اور ایک اور حدیث کا مضمون اس پر صادق آتا ہے کہ "مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ" کہ جو بندوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس حدیث میں رخ دوسرا بنتا ہے کہ جو اللہ کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ بندوں کا بھی نہیں ہوتا۔

اللہ کے نام پر جو لوگ دوسروں کو پناہ دینے کا عہد کرتے ہیں اور پھر خالص وفا کے ساتھ اس پر قائم رہتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کو کیا نقصان پہنچے گا، اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر مستعد ہو جاتا ہے اور ان کو نقصان نہیں پہنچنے دیتا

پس قناعت سے باہر نکلنا ناشکری کو دعوت دینا ہے یا ناشکری کے ابتلاؤں میں پڑنے والی بات ہے۔ اللہ کسی اعلیٰ خلق والے انسان کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ ناشکری میں مبتلا نہ ہو اور جائز ضرورت کے قرض عدم قناعت کی وجہ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق جدوجہد کی خاطر لے تو پھر یہ جائز ہے لیکن قناعت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے قرضے نہ لے اگر وہ ڈوبے تو ان کو پھر کسی صورت ادا نہ کر سکے۔ یہ قناعت کا دوسرا پہلو ہے جسے آپ کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اگر ایک شخص کے پاس اتنی سی جائداد ہے کہ وہ ساری بھی بیچ دے تو قرض خواہ کا قرضہ ادا نہ کر سکے اس سے باہر جب وہ قرض کی چھلانگ لگاتا ہے تو قناعت سے باہر نکل گیا۔ اس کو پتہ ہے کہ میں اسے ادا کرنے کی توفیق ہی نہیں رکھتا اور اسے علم ہے کہ دنیا کی تجارتوں میں ایسے خطرے ہوتے ہیں کہ جو کچھ سرمایہ ہے سب ڈوب جائے۔ پس قناعت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر قرض لو کسی سے کچھ مانگو اس یقین دہانی کے ساتھ کہ تم اسے واپس کرو گے یا شکریہ کے ساتھ جو تمہارے پاس منافع آئے اس میں بھی حصہ دو گے تو ایسی صورت میں اپنی قناعت کے دائرے سے باہر قدم رکھنا ناجائز نہیں ہے۔ اور قناعت کے دائرے بڑھتے ہیں جو شخص قانع ہو اس کے متعلق فرمایا وہ شکر گزار ہے۔ اب اس کا دوسرا پہلو بھی تو ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں بڑھاؤں گا۔ "لازیدنکم" کا وعدہ ہے پھر ایک اور گر ہمارے ہاتھ آیا کہ قناعت کا یہ مطلب نہیں کہ منہ بسور کر کسی محدود دائرے میں بیٹھے رہو اور ساری عمر وہیں قید رہو گے۔ قناعت کو شکر سے باندھ کر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے لامتناہی احسانات کے دروازے کھول دئے ہیں۔ اتنا عظیم الشان مضمون ہے کہ اس میں ڈوب کر انسان زندگی کے فلسفے کو پا لیتا ہے۔ اب اس بات کو اچھی طرح سمجھ کر اگر آپ ان لوگوں کے حالات پر نظر ڈالیں جو قانع تھے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ پھر خدا نے ان کے اموال میں اتنی برکت دی کہ بہت تھوڑے میں غیر معمولی برکتیں پڑیں اور جو کچھ انہوں نے حاصل کیا انسان کو یقین نہیں آ سکتا کہ اتنے تھوڑے مال میں اتنی بڑی برکتیں پڑ سکتی ہیں اور پھر ان کو بھی زیادہ دیا گیا ان کی اولادوں کو بھی زیادہ دیا گیا۔ دولتوں کے دروازے ان پر کھول دئے گئے اور واقعہ یہ تھا کہ ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی قانع تھا۔ اور پوری طرح قناعت کے مضمون کو سمجھتے ہوئے خدا کا شکر گزار بندہ بنتے ہوئے قانع رہا اور نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے شکر کے بدلے دینے شروع کئے جو ختم ہی نہیں ہوتے۔

تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی نصیحتوں میں بعض دفعہ بوجھل باتیں بھی دکھائی دیتی ہیں کہ قانع بننا بڑا مشکل کام ہے۔ کیسے قانع بنیں۔ لیکن اگر آنکھیں کھول کر ان کو پڑھیں، گہرائی میں اتر کر ان کا مطالعہ کریں تو ان بوجھوں کو ہلکا کرنے والے مضامین اسی کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ پس لفظ شکر نے قناعت کے سارے بوجھ دور کر دئے کیونکہ شکر کے ساتھ "لَاَزِیْدَنَّکُمْ" کا وعدہ موجود ہے۔

کوئی ایسی دعوت رد نہ کرو جس میں تمہاری نیت میں کوئی ایسا ادنیٰ سا بھی فتور ہو کہ تم اپنی بڑائی کی وجہ سے رد کر رہے ہو یا کسی غربت کی وجہ سے رد کر رہے ہو

پھر فرمایا "وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُؤْمِنًا"

اب مومن کی یہ تعریف فرما دی کہ "اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ" لوگوں کے لئے وہ بات پسند کرو جو تم اپنے نفس کے لئے پسند کرتے ہو۔ اب یہاں مسلم کا لفظ نہیں آیا۔ عام طور پر مسلم کی تعریف میں مسلمانوں کے تعلقات کا ذکر ملتا ہے اس سے بعض غیروں کو یہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کے احسانات محض مسلمانی کے دائرے میں ہیں وہ اس مضمون کو سمجھ نہیں سکتے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے لفظ مسلم کو غیر مسلموں پر احسان کے معنوں میں بھی استعمال فرمایا ہے۔ لیکن لفظ مومن کو خصوصیت کے ساتھ تمام بنی نوع انسان کے ساتھ احسان کے معاملے کے تعلق میں بیان فرمایا ہے۔ یہ وہ ایک موقع ہے جو اس کی مثال ہے۔ آنحضور فرماتے ہیں کہ "اَحِبَّ لِلنَّاسِ" لوگوں کے لئے وہی چیز چاہو "مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ" جو تم اپنے نفس کے لئے چاہتے ہو "تکن مومنا" تو تم مومن ہو جاؤ گے۔ یعنی خدا کے حضور مومن لکھے جاؤ گے اب اس کا کیا تعلق ہوا۔ مومن لکھے جانے کا اس بات سے کیا تعلق ہے۔ جب تک اس کو سمجھیں گے نہیں، نہ اس حدیث پر صحیح عمل ہو سکتا ہے نہ اس سے پورا استفادہ ہو سکتا ہے۔ لفظ مومن کے دو رخ ہیں۔ ایک اللہ کی طرف اور ایک بندوں کی طرف۔ بعینہٖ اسی طرح لفظ مسلم کے بھی دو رخ ہیں ایک اللہ کی طرف اور ایک بندے کی طرف۔ مومن کا ایک مطلب ہوتا ہے امن دینے والا اور ایک مطلب ہے ایمان لانے والا جو شرعی اصطلاحی ترجمہ ہے۔ جب اللہ کے تعلق میں ہم بات کرتے ہیں تو مراد ہے ایمان لانے والا اور جب بندوں کے تعلق میں بات کرتے ہیں تو امن دینے والا ہے۔ تو ہر شخص اپنے لئے امن پسند کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تسکین مل جائے کسی شخص کو تو یہی اس کی جنت ہے اور تمام تر بنی نوع انسان کی کوششیں اپنے نفس کو تسکین دینے کی کوششیں ہیں اور اپنے نفس کو خطرات سے بچانے کی کوششیں ہیں تو فرمایا کہ تم مومن کہلاتے ہو۔ مومن کا ایک رخ تو خدا کے بندوں کی طرف بھی ہے اور اس رخ کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر بندہ تم سے امن میں رہے اور اگر وہ بندہ تم سے امن میں رہتا ہے تو پھر خدا سے امن میں رہو گے اور تمہارا ایمان کامل ہو گا کیونکہ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں انسان آ جائے اور اس کی امن کی چادر کے اندر داخل ہو جائے۔ پس وہی مضمون رحم والا یہاں بھی صادق آ رہا ہے اس کی طرز بیان

SCL

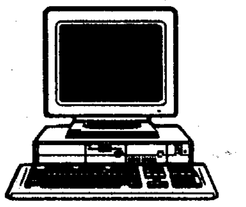

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

مختلف ہے مراد یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان تم سے اس طرح امن محسوس کریں جیسے تمہارا اپنا نفس تم سے امن محسوس کرتا ہے۔ تمہارے نفس کو بالارادہ کوئی شر نہیں پہنچ سکتا۔ جہالت میں اور بے وقوفی کے استدلال میں تو انسان سب سے زیادہ اپنے نفس کو ہی نقصان پہنچاتا ہے مگر یہاں بالارادہ نقصان کا مضمون ہے کوئی شخص جان بوجھ کر اپنے نفس کو تکلیف نہیں پہنچاتا اور ہر شخص کا نفس اس سے امن میں ہے۔ پس فرمایا تمام بنی نوع انسان کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ وہ سارے تم سے امن میں آجائیں اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ سے تم امن میں آجاؤ گے، اللہ کی پناہ میں آجاؤ گے اور وہ تمہارے امن کی حفاظت فرمائے گا۔ اور اس طرح تمہارا ایمان کامل ہو گا۔ پس وہ جو دوسرا پہلو ہے مومن کا اس کے ترجمے کو سردست میں چھوڑتا ہوں کیونکہ اب مجھے جلدی اس مضمون کو ختم کرنا ہے۔ وہ پہلو بھی تفصیل سے اسی مضمون سے تعلق رکھتا ہے مگر حدیث کے چند الفاظ ایسے ہیں ان کا مضمون بیان کرنے کے بعد ایک اور اہم اعلان کرنا ہے میں نے اس خطبے کے دوران۔

> **تمام بنی نوع انسان کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ وہ سارے تم سے امن میں آجائیں۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ سے تم امن میں آجاؤ گے۔ اللہ کی پناہ میں آجاؤ گے اور وہ تمہارے امن کی حفاظت فرمائے گا**

"وَاَحْسِنْ مُجَاوَرَةَ مَنْ جَاوَرَکَ تَکُنْ مُسْلِمًا" اور اپنے پڑوسی کے پڑوس کا حق ادا کرو، ہمسائیگی کا حق ادا کرو تم مسلم ہو جاؤ گے۔

یہاں بھی عجیب بات ہے کہ مسلمان کا ذکر نہیں فرمایا۔ پڑوسی تو غیر مسلم بھی تھے۔ آنحضورؐ کے زمانے میں یہودی بھی مسلمانوں کے پڑوسی ہوا کرتے تھے اور کئی ایسے مقدمات ہیں جن میں ایک پڑوسی یہودی کی طرف سے کوئی شکایت پیدا ہوئی یا برعکس صورت پیدا ہوئی ہے۔ تو پڑوس میں تو ہندو بھی بستے ہیں مسلمان بھی، یہودی بھی ہر قسم کے لوگ ہیں۔ فرمایا اپنے پڑوسی کے ساتھ یہ نہیں کہ ہمسائیگی کے حق ادا کرو۔ "اَحْسِنْ مُجَاوَرَةَ مَنْ جَاوَرَکَ" ایسی عمدہ ہمسائیگی کرو کہ بہت ہی خوبصورت ہو اعلیٰ درجہ کی ہمسائیگی ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم مسلم بن جاؤ گے اور مسلم کا مطلب ہے کسی کو امن دینے والا اور دوسرا ہے اپنے آپ کو کسی کے سپرد کرنے والا۔ سپردگی کا جو مضمون ہے اس کا اللہ سے تعلق ہے اور سلامتی کا پیغام دینے کا جہاں تک تعلق ہے وہ بنی نوع انسان سے تعلق رکھتا ہے تو فرمایا کہ تم پھر مسلم کہلاؤ گے اگر اپنے ہمسایوں سے بہت اعلیٰ درجے کا حسن سلوک کرو گے۔ اب دیکھیں جو ہمسایوں کی لڑائیوں کے جھگڑے ہیں وہ کتنے ہیں جو ابھی بھی جماعت میں چل رہے ہیں۔ ربوہ ہی سے بعض قضائی معاملات ہیں جو بالآخر جب نچلی سطحوں پر طے نہ ہو سکے، مرافعہ اولیٰ بھی حل نہ کر سکی، قضاء بورڈ بھی اپنی بات منوانے میں ناکام ہو گیا تو اپیلیں مجھ تک پہنچیں اور معاملہ چھوٹی سے گلی کا ہے، ایک درخت کے پتوں کا ہے جو کسی کے گھر میں گر رہے ہیں، کسی درخت کی شاخوں کا معاملہ ہے، کسی نالی کا معاملہ ہے، اس ذلیل سی چیز کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بیان فرمودہ تعریف مسلم سے انسان باہر نکل جاتا ہے۔ دفع کرو ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو۔ اگر گر کر اپنا حق چھوڑ کر بھی کچھ کرنا پڑتا ہے تو "احسن مجاورة" کا مضمون تقاضا کرتا ہے کہ حق بھی چھوڑو عام مجاورة میں تو دونوں طرف برابر کے حقوق ہیں لیکن اگر آپ بہت زیادہ خوبصورت مجاورة یعنی ہمسائیگی کرنے والے ہیں تو اس میں حقوق چھوڑنے کے بھی مواقع آتے ہیں اس میں سے کسی کی تلخی کو خوشی اور ہنس کر قبول کرنے کے بھی مواقع پیدا ہوتے ہیں یہ سب آزمائشیں اس مضمون کا حصہ ہیں۔

اگر ایسے لوگ پیدا ہوں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس تعریف کے مطابق مسلم بنیں تو ایک پاکستان کیا تمام دنیا کی حکومتیں بھی مل کر اسے غیر مسلم کہتی رہیں اس کو کوڑی کا بھی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ غیر مسلم کہنے والے عام تعریفوں کے بھی مستحق نہیں ہیں۔ ہر جگہ فساد برپا ہیں ایک دوسرے کے حقوق تلف ہو رہے ہیں۔ پس جماعت احمدیہ کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصائح پر گہری نظر سے ان کی حقیقتیں پہچان کر جہاں تک توفیق ملتی ہے ان کا عرفان حاصل کر کے ان پر عمل کرنا چاہئے۔

پھر فرمایا "وَاَقِلِّ الضَّحِکَ فَاِنَّ کَثْرَةَ الضَّحِکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ" ہنسی مذاق کرو مگر اس میں تجاوز نہ کرو، بڑھو نہیں۔ بعض لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی ٹھٹھا بنایا ہوتا ہے ان کو ٹھٹھے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ٹھٹھے کے لئے رہتے ہیں اس کے سوا کوئی مقصد ہی نہیں سنجیدہ باتوں کو سوچنے کے لئے، سنجیدہ امور میں غم و فکر کے لئے، دینی مسائل میں اپنی جان کو قربان کرنے کے لئے ان کے دماغ میں مزاج ہی نہیں پیدا ہوتا ان کے متعلق ہے یہ حدیث۔ فرمایا کہ تم ذرا تحمل اختیار کرو ہنسنے کھیلنے میں ہی اپنی ساری زندگی گنوا بیٹھو گے اگر ایسا کرو گے تو پھر تمہارا دل مر جائے گا اور مرا ہوا دل ہنستا بھی ہے تو کھوکھلا ہنستا ہے اور ایسے لوگوں کو میں نے بہت غور سے دیکھا ہے ان کی ہنسیاں کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔ ان کے قہقہے ہی بے معنی اور جس طرح خالی ڈھول بج رہا ہے لیکن وہ شخص جو غم بھی کرتا ہے، روتا بھی ہے اس کی ہنسی بھرپور اور بے اختیار اور طبعی اور سچی ہوتی ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کیسی پیاری پہچان ہمارے سامنے رکھ دی فرمایا کہ دل مر جائیں گے اور دل مر جائیں گے تو نہ رونے کے رہیں گے نہ ہنسنے کے رہیں گے۔ تمہاری زندگی ایک مصنوعی زندگی بنی رہے گی۔ ایک ڈھول کی سی آواز اٹھے گی نہ سچی خوشی تمہیں ہنسنے میں آئے گی نہ رونے کا لطف اٹھا سکو گے۔ پس مرے ہوئے دلوں کے ساتھ ایک آدمی زندہ کیسے کہلا سکتا ہے۔

یہ وہ چند نصیحتیں تھیں جو آج کے خطبے کے لئے ہیں باقی انشاء اللہ آئندہ۔ اب میں ایک اور ضروری اعلان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آج میں ایک بہت ہی اہم نکاح کا اعلان کروں گا اس کا تعارف پہلے کروا دیتا ہوں نکاح نماز جمعہ کے بعد ہو گا اب چونکہ لوگ کم بھی ہو گئے ہیں اور دن بھی کافی بڑے ہیں اس لئے اب نمازیں جمع نہیں کی جائیں گی بلکہ جمعے کے بعد عصر اپنے وقت پر ادا ہو گی۔ پچھلے کچھ عرصے سے، دنوں سے ہم یہی کر رہے ہیں تو نماز جمعہ کے بعد سنتیں ادا کرنے سے پہلے احباب تشریف رکھیں ایک اہم نکاح کا اعلان کرنا ہے جو عام عادت کے برخلاف ہے۔ عام طور پر جمعہ کے ساتھ میں نکاح نہیں پڑھا کرتا اور جنازوں کو بھی حتی المقدور کسی دوسرے وقت پر ٹالتا ہوں کیونکہ جمعہ کی اپنی ضروریات ہیں۔

آج جس نکاح کا اعلان کرنا ہے یہ ہمارے عزیز نسیم مہدی صاحب جو کینیڈا کے امیر ہیں ان کا نکاح ہے اور آپ کو علم ہے کہ کچھ عرصہ پہلے ان کی اہلیہ چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئیں یعنی بہت چھوٹی عمر تو نہیں تھی مگر جو عام دنیا کی عمریں ہیں ان کے لحاظ سے چھوٹی عمر ہی تھی۔ غیر معمولی اخلاص رکھنے والی اور انسانی صفات حسنہ سے مزین بہت ہی پیارا وجود تھا۔ ان کی وفات کے بعد اس گھر میں ایک خلاء پیدا ہوا ہے۔ پہلے تو مجھے دور سے دکھائی دیا کرتا تھا مگر اب جب میں کینیڈا گیا ہوں تو میں نے بڑی سختی سے اپنے دل میں یہ محسوس کیا اور یہ خلا ان کی خوبیوں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ وہ خوبیاں ایسی ہیں کہ ایک خاوند ان خوبیوں کو بھلا کر ایک شادی کرنے کے لئے طبعاً اپنے آپ کو آمادہ ہی نہیں پاتا اور ضرورتیں ایسی ہیں جو ہر روز تقاضا کر رہی ہیں۔ وہاں عورتیں ہیں ان کے حقوق ادا کرنے ہیں۔ بچی چھوٹی ہے چھوٹے بچے ہیں وہ کس طرح از خود گھر کو سنبھال سکتے ہیں۔ نتیجۃً بعض عورتوں نے ازراہ ترحم ان کے کھانے پکانے شروع کئے ان کو ڈیپ فریز کرنا شروع کیا جس نے مجھے اور بھی تکلیف دی۔ امیر کی شان یہ نہیں ہے کہ اس پر رحم کے طور پر اس کے ساتھ کوئی ایسے سلوک کئے جائیں۔ امیر تو خود محسن ہے ان کا جذبہ تو خدمت ہی کا ہو گا مجھے پتہ ہے لیکن جو باتیں ان کے متعلق ہوتی تھیں تو بعض لوگ اس طرح ہی بیان کرتے تھے جیسے بعض عورتیں بے چاری بڑا رحم کھا کے تو اتنی قربانیاں کر کے آتی ہیں تو میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ مانیں یا نہ مانیں ان کی شادی کروانی ہے۔ چنانچہ لاکھ انہوں نے انکار کیا کہ میرے حالات ایسے ہیں آپ کو پتہ ہی ہے۔ میں نے کہا مجھے سب پتہ ہے مگر شادی میں نے کروا دینی ہے تو چونکہ بہت ہی مخلص اور فدائی ہیں نہ کا مادہ ہی نہیں ان میں۔ اس لئے وہ اصرار، مجبوری پیش کر رہے تھے اور مجھے پتہ تھا بات ماننی ہے۔ ایک اور ایسا خاندان ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے انکار کا خمیر ہی نہیں ہے وہ حضرت مولوی شریف احمد صاحب مرحوم و مغفور مبلغ سلسلہ کا خاندان ہے۔ تو میں نے کہا ان دونوں کے مزاج ایسے ہیں کہ دونوں کا رشتہ آپس میں ہونا چاہئے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ رشتہ دین و دنیا میں ہر لحاظ سے بابرکت ثابت ہو گا۔ چنانچہ فون پر پھر میں نے بچی سے بھی اجازت لی اور وہ بھی چند باتوں میں ہی سمجھ گئی۔ اس نے کہا ٹھیک ہے جو آپ کا فیصلہ ہے وہ ہم سب کا فیصلہ ہے تو ان کے نکاح کا کچھ تعارف تو میں نے کروا دیا ہے اب مختصر نکاح انشاء اللہ نماز جمعہ کے بعد کروایا جائے گا۔

اس نکاح کے ساتھ ایک اور نکاح بھی ہو جائے گا اور ان کے طفیل ان کو بھی فیض مل گیا۔ وہ ہے ہماری نعیمہ کھوکھر صاحبہ، مظفر کھوکھر صاحب کی اہلیہ اور مظفر کھوکھر صاحب جماعت کے بڑے خدمت کرنے والے ہیں لیکن اور بھی بہت سے خدمت کرنے والے ہیں اور ہر جگہ استثناء نہیں رکھے جاسکتے مگر عین بروقت انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور میں نے یہی سمجھا کہ اب ان کو بھی شامل کر لیا جائے تو ایک بابرکت موقع ہے اور ان کے اپنے حقوق بہرحال ایسے ہیں جماعت پر کہ کوئی نامناسب بات نہیں ہو گی اگر ان کو بھی شامل کیا جائے۔ انشاء اللہ عزیزم نسیم مہدی کے نکاح کے بعد محمود، مظفر اور نعیمہ کھوکھر کے بیٹے کا نکاح بھی انشاء اللہ اس کے معاً بعد کیا جائے گا۔

گھانا میں احمدیت

(قریشی داؤد احمد ساجد، مبلغ گھانا)

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں مغربی افریقہ کے ملک گھانا کو ایک خاص مقام حاصل ہے لیکن قبل اس کے کہ گھانا میں جماعت احمدیہ کی تاریخ پر قلم اٹھایا جائے قارئین کی دلچسپی کے لئے اس ملک کے تاریخی اور جغرافیائی حالات کو اجاگر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

براعظم افریقہ کے غربی حصہ میں مغربی افریقہ کا ملک گھانا بحر اوقیانوس کے کنارہ واقع ہے جس کے جنوب میں مشرق سے مغرب تک ساحل سمندر ہے۔ شمال میں بورکینا فاسو، مشرق میں ٹوگولینڈ، بینن اور جماعت احمدیہ کی تاریخ میں اہمیت کا حامل ایک اور افریقی ملک نائیجیریا ہے اور مغرب میں آیوری کوسٹ اور لائبیریا ہے۔

محتاط اندازے کے مطابق اس وقت گھانا کی آبادی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ہے۔ پورے ملک کا موسم گرم مرطوب ہے۔ مئی سے ستمبر تک برسات کا موسم ہوتا ہے۔ ملکی معیشت کا زیادہ تر انحصار سونے، ہیرا، Manganese, Bauxite کانی، لکڑی اور کوکو کی برآمد پر ہے۔

اس ملک میں دو بڑے دریا ہیں جن کو "بلیک وولٹا" اور "وائٹ وولٹا" کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ دونوں دریا بورکینا فاسو سے گھانا میں داخل ہوتے ہیں جن پر Akosombo کے مقام پر بند باندھ کر بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ وولٹا جھیل دنیا کی سب سے لمبی مصنوعی جھیل ہے جس کی لمبائی تقریباً ۲۵۰ میل ہے۔ مختلف جگہوں پر اس پانی کو زراعت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم زراعت کا زیادہ تر انحصار بارشوں پر ہے۔

ملک کی مٹی بہت زرخیز ہے۔ سبزیاں اور پھل کثرت سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہاں کے لوگوں کی خوراک کا زیادہ تر انحصار مکئی، یام، کساوا، چاول، مچھلی، اور گوشت پر ہے۔ کیلا، ناریل اور اناناس وغیرہ مشہور پھل ہیں۔ اسی طرح مالٹا بھی کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔

اس ملک پر مختلف اوقات میں مختلف اقوام نے حملے کئے۔ غلاموں کی تجارت کے لئے بڑے بڑے قلعے تعمیر کئے گئے جو آج بھی سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنتے ہیں۔ برطانیہ نے اس ملک پر ایک لمبے عرصے تک حکومت کی اور اس دور میں عیسائیت کو یہاں فروغ ملا۔ گھانا میں مندرجہ ذیل مذاہب کے لوگ آباد ہیں۔ عیسائیت، اسلام اور بت پرست۔ انگلستان کی لمبی غلامی کے بعد یہ ملک جس کا سابقہ نام گولڈ کوسٹ تھا ۱۹۵۷ء میں گھانا کے نام سے دنیا کے نقشے پر آزاد ملک کی حیثیت سے ظاہر ہوا۔ ڈاکٹر کوامے انکرومااس ملک کے پہلے سربراہ مقرر ہوئے۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ کا آغاز ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ ۱۹۲۰ء میں فینٹی قوم کے ایک شخص یوسف نے جو کہ سالٹ پانڈ کے قریبی قصبہ اکروفو کا رہنے والا تھا اور کسی ذاتی کام کی غرض سے دوسرے قصبہ منکسم گیا ہوا تھا۔ خواب دیکھا کہ وہ ایک سفید رنگ کے آدمی کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے۔ اس نے اپنا خواب ایک نائیجیرین نژاد مسلمان عبدالرحمان پیڈرو کو سنایا جنہوں نے بعد میں اس کا تذکرہ علاقہ کے ایک معزز اور معروف مسلمان چیف مہدی آپا سے کیا۔ مکرم عبدالرحمان پیڈرو نے مزید بتایا کہ وہ ایک اسلامی جماعت کو جانتا ہے جس کا مرکز قادیان (انڈیا) میں ہے اور اس کی ایک شاخ لندن میں بھی ہے۔

چیف مہدی آپا کے مشورہ سے علاقہ کے فینٹی باشندوں کی ایک میٹنگ منکسم میں بلائی گئی اور متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ جماعت احمدیہ کے مرکز (قادیان) کو ایک خط لکھا جائے کو وہ گولڈ کوسٹ میں اپنا مبلغ بھجوائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ خط موصول ہوا تو آپ نے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر کو جو ان دنوں بحیثیت مبلغ لندن میں مقیم تھے، گولڈ کوسٹ جانے کا حکم دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ؓ کا حکم ملتے ہی حضرت مولانا موصوف ۹ فروری ۱۹۲۱ء کو لندن سے روانہ ہو کر یکم مارچ ۱۹۲۱ء کو گولڈ کوسٹ کی بندرگاہ سالٹ پانڈ پہنچے جہاں چیف مہدی آپا اور دیگر چند مسلمانوں نے آپ کو خوش آمدید کہا۔

آپ کی آمد کے بعد علاقہ کے معززین سے آپ کی چند ملاقاتیں ہوئیں جن کے بعد چیف مہدی آپا اور کئی دیگر مسلمانوں نے قبول احمدیت کا اعلان کیا۔ اس طرح گولڈ کوسٹ میں احمدیت کے بیج نے بہت جلد کونپل کی صورت اختیار کر لی۔

حضرت مولانا نیر صاحب نے گولڈ کوسٹ کے مختلف علاقوں کے علاوہ نائیجیریا کا بھی دورہ کیا۔ اس دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب حکیم کو گولڈ کوسٹ بھجوایا۔ آپ کی آمد پر گھانا میں قیام کے ایک سال بعد حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر ۱۹۲۲ء میں واپس تشریف لے گئے۔ اس وقت گھانا میں احمدیت کا تعارف صرف جنوبی علاقہ تک محدود تھا۔ ۱۹۲۹ء میں شمالی علاقہ کے ایک شخص مومن کورے نے جو ایک قصبہ Af-lao میں محکمہ پولیس میں ملازم تھے احمدیت قبول کی۔ گھانا کے شمالی علاقہ سے ۱۹۳۲ء میں ایک بزرگ الحاجی امام صالح اشانٹی علاقہ میں تشریف لائے جہاں ان کی ملاقات ایک احمدی سے ہوئی۔ چنانچہ وہ تحقیق کی غرض سے سالٹ پانڈ تشریف لائے جہاں ان کی ملاقات حضرت مولانا نذیر احمد صاحب علی سے ہوئی۔ چنانچہ مختصر تحقیق کے بعد انہوں نے احمدیت قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

الحاجی امام صالح قبول احمدیت کے بعد جب اپنے علاقہ وا (اپر ویسٹ ریجن) تشریف لے گئے تو آپ کے پیغام کو کچھ اور لوگوں نے بڑی جلدی قبول کر لیا جن میں چند بزرگان قابل ذکر ہیں۔ امام خالد سلیم، معلم مومن، معلم یحییٰ، اور معلم عبدالسلام۔

قبول احمدیت کے معابعد "وا" کے احمدی احباب کو بے شمار مشکلات اور نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان پر قاتلانہ حملے کئے گئے۔ مخالفین کی طرف سے انہیں علاقہ بدر کرنے کے منصوبے بنائے گئے لیکن مخالفت کی یہ تند و تیز ہوائیں وا کے احمدی احباب کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکیں۔ اس طرح جنوبی گھانا کے بعد شمالی گھانا میں احمدیت کا نفوذ ہوا۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب حکیم کے بعد جن بزرگان جماعت کو بحیثیت امیر و مشنری انچارج گھانا میں خدمت سرانجام دینے کا موقع ملا ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب علی، حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر، مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم اور مولانا بشارت احمد صاحب بشیر (مرحوم)۔

جماعت ہائے احمدیہ گھانا کے موجودہ امیر و مشنری انچارج مولوی عبدالوہاب صاحب آدم ہیں جو دینی تعلیم کی خاطر ربوہ تشریف لے گئے اور جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۶۰ء میں گھانا تشریف لائے۔ گھانا میں ۱۱ سال کے قریب خدمت دین سرانجام دینے کے بعد آپ ربوہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپ کو لندن بھجوایا گیا جہاں آپ کو بحیثیت نائب امام مسجد لندن خدمت دین کا موقع ملا۔ لندن سے گھانا واپسی پر ۱۹۷۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ نے آپ کو گھانا کا امیر و مشنری انچارج مقرر فرمایا۔

جماعت احمدیہ نے گھانا میں جماعت کی بنیادوں کو استوار کرنے کے ساتھ ساتھ گھانا کے عوام کی تعلیم کی خاطر مختلف علاقوں میں تعلیمی اداروں کا اجراء کیا۔ اس وقت پورے ملک میں سینکڑوں کی تعداد میں ڈے نرسری، پرائمری، جونیئر اور سینئر سیکنڈری سکولوں کے علاوہ ایک ٹیچر ٹریننگ کالج بھی عوام کی خدمت کر رہا ہے۔

تعلیمی میدان کے دوش بدوش جماعت احمدیہ طبی میدان میں بھی اس خطہ کے غریب و نادار عوام کی خدمت میں مصروف ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے گھانا میں پانچ ہسپتال اور ایک ہومیو پیتھک کلینک دن رات دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ گھانا کے عوام کے علاوہ مغربی افریقہ کے کئی ہمسایہ ممالک سے کثرت سے لوگ سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے اور راستہ کی صعوبتوں کو برداشت کر کے گھانا میں احمدیہ ہسپتالوں میں آتے ہیں۔ جن میں خاص طور پر یہ ممالک قابل ذکر ہیں۔ ایوری کوسٹ، بورکینا فاسو، نائجر، ٹوگولینڈ، بینن، موریطانیہ۔

اسی طرح حال ہی میں جماعت احمدیہ کے بعض ہسپتالوں کو لائبیرین مہاجرین کی گرانقدر خدمت کرنے کا موقع بھی ملا جس کو ملکی سطح پر بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

جماعت احمدیہ کی خدمت کا اعتراف تو زبان زد عام ہے لیکن چند سال پیشتر گھانا کے صدر جناب جیری جان رولنگز نے جماعت احمدیہ کی سالانہ کانفرنس منعقدہ سالٹ پانڈ کے موقع پر اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کی علمی اور طبی خدمات کو بڑے احسن پیرایہ میں سراہا۔

اسلامی تعلیمات کو اجاگر کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کی کوششوں سے ٹیلی ویژن کا مقبول عام پروگرام "عقیدہ" شروع کیا گیا۔ جس کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانے کا موقع ملتا ہے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے گیارہ مرکزی مشنری اور سینکڑوں لوکل مشنریز خدمت دین میں مصروف ہیں۔ گھانا میں مقامی طور پر لوکل مشنری تیار کرنے کے لئے سالٹ پانڈ میں احمدیہ مشنری ٹریننگ کالج موجود ہے جہاں پر طلباء تین سال تک دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد میدان عمل میں جاتے ہیں۔

گھانا کی تاریخ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو خلفاء نے اس ملک کا دورہ کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۰ء میں گھانا تشریف لائے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۸۸ء میں گھانا کا دورہ کیا۔ حضور انور نے اپنے دورہ کے دوران دیگر تعلیمی اور تربیتی پروگراموں کے علاوہ جماعت احمدیہ گھانا کو باقاعدہ چندہ کے روحانی اور عالمی نظام سے منسلک کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ گھانا نے انقلابی رنگ میں حضور کی آواز پر لبیک کہا اور چھ سات سال کے مختصر عرصہ میں گھانا میں باقاعدہ چندہ جات کا بڑا مؤثر نظام قائم ہو گیا ہے۔ الحمد للہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دور خلافت میں جس کو ہم دعوت الی اللہ کا انقلابی اور ولولہ انگیز دور کہہ سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ گھانا نے حضور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ۹۳، ۱۹۹۲ء میں حضور کی طرف سے مقرر کردہ ۲۵ ہزار نومبایعین کے ٹارگٹ کو دن رات تبلیغ کر کے پورا کرنے کی توفیق پائی۔ اس وقت ملک کے کونے کونے میں جماعت احمدیہ گھانا کے مبلغین، لوکل مشنریز اور تبلیغی ٹیمیں شب و روز تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ میدان تبلیغ میں بعض اوقات خوراک اور پانی کی دقت اور موسم کی شدت ان کے جذبہ دعوت الی اللہ کو ماند نہیں کر سکتی۔

کسی جماعت یا تنظیم کی ترقی اور روحانی ارتقاء کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے پیروکار قربانی کے میدان میں کس فدائیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے دیگر احباب کی طرح گھانا کے احمدی احباب بھی اسی جذبہ قربانی سے سرشار ہیں جس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ خاص طور پر موجودہ دور میں تبلیغی میدان میں مالی قربانی، نومبایعین کے علاقہ جات میں احمدیہ مساجد کی تعمیر، جماعت احمدیہ گھانا کی سالانہ کانفرنس کے لئے مثالی جلسہ گاہ بستان احمد کی تعمیر قابل ذکر ہیں۔ حال ہی میں جماعت احمدیہ کے ایک دوست نے ایک سو ایکڑ زمین خرید کر جماعت کو پیش کی۔ اسی طرح کماسی میں ایک مخلص احمدی نے ایک وسیع قطعہ زمین خرید کر اس پر بہت وسیع اور خوبصورت عمارت تعمیر کر کے جماعت کو پیش کی ہے جہاں پر گھانا میں براعظم افریقہ کے پہلے ہومیو کلینک کا اجراء کیا گیا۔ اس وقت پاکستان سے تشریف لانے والے دو ہومیو پیتھ ڈاکٹر صاحبان حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق غریب اور نادار عوام کی خدمت میں مصروف ہیں۔

گھانا میں غیر احمدی مسلمانوں کی طرف سے عمومی طور پر مخالفانہ رویہ اختیار کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ کے اخوت اسلامی کے جذبہ کے پیش نظر اب مخالفت کی وہ خلیج کافی حد تک کم ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں جماعت احمدیہ کی طرف سے حکومت کو ایک میمورنڈم بھجوایا گیا کہ عیدین کے موقع پر ان ایام کو قومی تعطیل میں شامل کیا جائے۔ چنانچہ گھانا میں مسلمانوں کے چیف امام نے اپنے ایک خط میں جماعت احمدیہ کے اس اقدام کو امت مسلمہ کی گرانقدر خدمت قرار دیتے ہوئے جماعت کو ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا ہے۔

گھانا کے مختلف علاقوں میں پانی کی قلت کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے پاکستانی ساخت کے کم خرچ نلکے لگانے کے امکانات کا جائزہ لینے کے لئے اس کام کے ماہرین کی دو رکنی ٹیم گھانا بھجوائی جو ان دنوں گھانا کے مختلف علاقوں میں تحقیق میں مصروف ہے۔

دیگر ممالک کی طرح گھانا میں مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی نشریات براہ راست دکھانے کے لئے حضور نے ایک پاکستانی انجینئر کو گھانا بھجوایا۔ اس غرض کے لئے گھانا کو سنٹر بنایا گیا تاکہ افریقہ کے دیگر ممالک سے نمائندگان اس فن کو سیکھیں اور اپنے اپنے ملک میں انٹینا تیار کر کے نصب کریں۔ چنانچہ مشرقی اور مغربی افریقہ کے کئی ممالک سے نمائندگان گھانا تشریف لائے۔

نیز گھانا کے خدام نے بھی اس ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کی۔ چنانچہ حال ہی میں ایک گھانین خادم کو انٹینا نصب کرنے کی غرض سے گیمبیا جا کر یہ خدمت سرانجام دینے کا موقعہ ملا۔ الحمد للہ۔

گھانا میں جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی، علمی اور طبی میدان میں خدمات کا تذکرہ انشاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

مضمون کی طوالت کے پیش نظر اس سلسلہ کو فی الحال یہیں تک محدود رکھتا ہوں۔ بزرگان جماعت اور قارئین حضرات سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ گھانا کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقیات عطا فرمائے۔ نیز اس علاقہ کو احمدیت کے نور سے منور کرنے کے ساتھ ساتھ علمی اور طبی میدان میں اس خطہ کے غریب اور نادار عوام کے دکھ بانٹنے کی مقبول توفیق عطا فرمائے۔ آمین

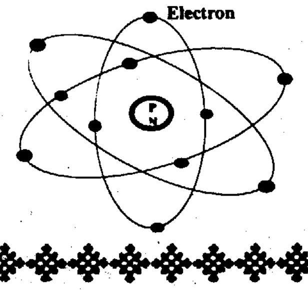

ایٹم کی سیر

(آصف علی پرویز- لندن)

خاکسار نے اپنے گزشتہ دو مضامین میں (جو الفضل انٹرنیشنل میں شائع ہو چکے ہیں) کائنات کا مختصر تعارف قارئین کی خدمت میں پیش کیا تھا جس طرح کائنات کو اپنی وسعت کے لحاظ سے ایک عام انسانی ذہن کے لئے پوری طرح سمجھنا آسان نہیں اسی طرح ایٹم کی دنیا اپنی مہین در مہین باریکیوں اور پیچیدگیوں کی وجہ سے سائنس دانوں کے لئے ایک عظیم چیلنج ہے۔

ایٹم اور اس کے بنیادی حصے

اگرچہ ایٹم کا لفظ ایٹم بم یا ایٹمی توانائی کے حوالے سے عام ہو چکا ہے۔ مگر پھر بھی مناسب ہے کہ اس کا مختصر تعارف کروا دیا جائے۔ جس طرح ایک مکان اینٹوں کا بنا ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہر مادی چیز ایٹموں کی بنی ہوئی ہے۔ مثلاً لوہا، چاندی، پارہ، آکسیجن وغیرہ۔ بلکہ یہ کہنا مناسب ہو گا کہ عملاً ہر مادی چیز کیا جمادات، کیا نباتات، کیا حیوانات اور کیا انسان بنیادی طور پر مختلف ایٹموں کے مجموعہ کا ہی نام ہے۔

آج سے تقریباً سو برس قبل تک یہ تصور تھا کہ ایٹم کو پھاڑا نہیں جاسکتا۔ سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں جان تھامسن (John Thompson) نے ایٹم کو پھاڑنے کا تجربہ کیا۔ سادہ الفاظ میں اسکے تجربہ کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ اس نے شیشے کی ایک فلاسک کے اندر بجلی کے تار دو پلیٹوں سے جوڑے۔ پھر اس فلاسک میں سے جس حد تک ممکن ہو سکا، ہوا نکال دی۔ ان دونوں پلیٹوں کو کئی ہزار وولٹ کی برقی طاقت دی تو اس نے مشاہدہ کیا کہ فلاسک پر روشنی کی چمک سی ظاہر ہوئی۔ مزید تجربے کرنے کے بعد اس نے یہ اعلان کیا کہ وہ ایٹم کو پھاڑنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ چونکہ ایٹم کے اس ذرہ پر منفی بجلی موجود تھی اس لئے اس نے اس کا نام الیکٹران رکھا۔ ایٹم اتنا چھوٹا ذرہ ہے کہ دنیا کی طاقتور سے طاقتور خوردبین سے بھی نہیں دیکھا جاسکتا۔ اس نے یہ تصور کیا کہ جس طرح ایک کیک میں میوے بظاہر بغیر کسی ترتیب کے پڑے ہوتے ہیں اسی طرح الیکٹران بھی بغیر کسی ترتیب کے ایٹم کے اندر ہونگے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا فرمودہ ہر چیز میں ایک خاص اندرونی نظم و ضبط ہے اور یہی بات خدا تعالیٰ کی ہستی کا اولوالالباب کے لئے ایک واضح ثبوت ہے۔

اس کے بعد ایک اور سائنس دان ارنسٹ ردر فورڈ (Ernest Rutherford) نے ایک دلچسپ تجربہ کیا اس نے سونے کے ایک باریک ورق پر ایک خاص قسم کے ذروں (جس کا نام "الفا" ہے) کو ٹکرایا۔ اس کا اندازہ تھا کہ یہ ذرے اس باریک ورق میں سے بآسانی گذر جائیں گے لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بعض ذرے واپس آگئے۔ اس سے اس نے اندازہ لگایا کہ ضرور یہ ذرے کسی بڑے ذرے یا مرکزے سے ٹکرا کر واپس آگئے ہیں۔ مزید تجربوں کے بعد اس نے اعلان کیا کہ ایٹم میں ضرور ایک مرکزہ ہے جس کے اندر کیا ہے، اسے معلوم نہیں۔ لیکن الیکٹران اس کے گرد دائروں کی صورت میں گھوم رہے ہیں۔ ۱۹۱۳ء میں ایک جرمن سائنس دان نیل بوہر (Neil Bohr) نے یہ ثابت کیا کہ یہ بیضوی دائروں کی شکل میں مرکزے کے گرد گھومتے ہیں۔

جوڑوں کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ فرمایا ہے کہ اس نے ہر چیز کو جوڑوں کی شکل میں پیدا فرمایا ہے۔ چند آیات درج ذیل ہیں۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الْاَرْضِ کَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ ۝ (الشعراء.۸)

ترجمہ: کیا وہ زمین کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اس میں قسم قسم کے عمدہ جوڑے بنائے ہیں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ ۝ (لقمان.۱۱)

ترجمہ: اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال چھوڑے ہیں تاکہ وہ تمہیں خوراک پہنچائیں اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور بادلوں سے پانی اتارا ہے۔ پھر اس میں ہر قسم کے عمدہ جوڑے پیدا کئے ہیں۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ یَذْرَؤُکُمْ فِیْهِ ؕ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ (الشوریٰ.۱۲)

ترجمہ: وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے ساتھی بنائے ہیں اور چارپایوں کے بھی جوڑے بنائے ہیں اور اس طرح وہ تم کو زمین میں بڑھاتا ہے۔ اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ بہت سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (الذاریات.۵۰)

ترجمہ: اور ہر ایک چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ انسانوں، حیوانوں بلکہ نباتات میں بھی جوڑے ہیں اور جوڑوں کا نظام ہی نسل انسانی و حیوانی کو قائم رکھنے کا موجب ہے اور یہی جوڑوں کا نظام پھل اور پھول لانے کا باعث ہے۔

جوڑوں کا یہ نظام ایٹم اور اس کے اندر بڑی تفصیل سے رائج ہے بلکہ یہ کہنا مناسب ہو گا کہ جوڑوں کی وجہ سے ہی ایٹم قائم و دائم ہے اور اس کی کچھ تفصیل قارئین اس مضمون میں پڑھیں گے۔

قرآن مجید کی ان آیات کا حوالہ دینے کے بعد ہم ایٹم کے مضمون کی طرف واپس جاتے ہیں۔

نیل بوہر نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ایٹم کے درمیان میں مرکزہ ہے جس میں ایٹم کا زیادہ تر وزن ہے اور اس کے گرد الیکٹران بیضوی دائروں میں چکر لگا رہے ہیں۔

مزید تجربوں سے یہ ثابت ہوا کہ الیکٹران پر ایک خاص قسم کی بجلی ہوتی ہے جسے منفی بجلی کہتے ہیں۔ سائنس دانوں کو اندازہ تھا کہ بحیثیت مجموعی ایٹم پر کوئی بجلی نہیں ہوتی۔ چنانچہ جوڑوں کی تھیوری کو استعمال کرتے ہوئے اور بہت سے تجربات کرنے کے بعد سائنس دانوں نے اعلان کیا کہ مرکزہ پر ضرور دوسری قسم کی بجلی (جسے مثبت بجلی کہا جاتا ہے) ہوگی۔ چنانچہ مرکز کے اندر ذروں کو "پروٹان" (Proton) کا نام دیا گیا۔ ایک ایٹم میں اگر ۲۰ الیکٹران ہیں تو لازماً اس میں ۲۰ پروٹان بھی ہوں گے۔ مزید تجربات سے ثابت ہوا کہ الیکٹران نہ صرف مرکز کے گرد گھومتے ہیں بلکہ وہ اپنے گرد بھی گھومتے ہیں، اس کو انگریزی میں Spin کرنا کہتے ہیں۔ جس طرح ایک لٹو اپنی نوک پر گھومتا ہے بالکل اسی طرح الیکٹران بھی اپنے گرد گھومتا ہے۔ جہاں تک ایک الیکٹران کا مرکز سے فاصلہ کا تعلق ہے وہ بہت ہی چھوٹا ہے یعنی ایک الیکٹران کا مرکز سے فاصلہ صرف ایک سنٹی میٹر کا ایک کروڑواں حصہ ہے اور اس کا وزن 9×10^{-31} کلوگرام ہے۔ یہ اتنا تھوڑا وزن ہے کہ انسانی ذہن کے لئے اسے تصور کرنا بھی ممکن نہیں۔ ایک سادہ سی مثال سے وضاحت کرتا ہوں کہ اگر ہم ایک کلوگرام وزن لیں اور اس کے مقابلہ میں پندرہ زمینوں کا وزن جمع کریں تو جو نسبت ایک الیکٹران کو ایک کلوگرام سے ہے وہی نسبت ایک کلوگرام کو پندرہ زمینوں کے مجموعی وزن کے برابر ہے!

اب میں قارئین کو واپس قرآن مجید میں بیان فرمودہ جوڑوں کی تھیوری کی طرف لے کر جاتا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ کی تخلیق کی ایک عظیم الشان قدرت آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ نظام شمسی پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ سورج ہمارے نظام شمسی کا مرکزہ ہے اور تمام سیارے یعنی زمین، مشتری، زحل وغیرہ اس کے گرد گھوم رہے ہیں بالکل اسی طرح مرکزہ کے گرد الیکٹران گھوم رہے ہیں۔ جس طرح گھومنے کی حرکت کی وجہ سے نظام شمسی قائم دائم ہے بالکل اسی طرح الیکٹران کا مرکز کے گرد گھومنا ایٹم کی ضمانت ہے۔ پھر جس طرح زمین اپنے محور کے گرد گھومتی ہے جس سے دن رات پیدا ہوتے ہیں بالکل اسی طرح الیکٹران بھی اپنے محور کے گرد گھومتے ہیں۔ گویا ہمارے نظام شمسی کا جوڑا ایک ایٹم ہے۔ اگر ہم غور کریں تو کائنات اتنی وسیع ہے کہ انسانی دماغ کے لئے اسے تصور میں لانا ہی ناممکن ہے اور دوسری طرف ایٹم اتنا چھوٹا ہے کہ اسکا تصور بھی انسانی ذہن کے لئے محال ہے۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کی عظمت کا عجیب ثبوت ہے کہ کائنات اپنی وسعت کی وجہ سے اور ایٹم اپنی مہین در مہین ماہیت کے لحاظ سے اولوالالباب کو یہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران.۱۹۲)

ترجمہ: اے ہمارے رب تو نے اس (عالم) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا تو (ایسے بے مقصد کام کرنے سے) پاک ہے۔ پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا (اور ہماری زندگی کو بے مقصد بننے سے بچالے)۔

خدا تعالیٰ کا جوڑوں کا نظام کس شان کے ساتھ لا متناہی وسعت اور باریک در باریک نظام پر یکساں چسپاں ہوتا ہے!

مرکزہ کا ذکر

سائنس دانوں کا اندازہ تھا کہ مرکزہ میں مثبت ذرہ پروٹان موجود ہے اور اس کا وزن 1.6×10^{-27} کلوگرام ہے یعنی یہ الیکٹران سے تقریباً ۱۸۳۶ گنا بھاری ہے۔ جب سائنس دانوں نے بعض حسابی انداز میں ایک ایٹم کے کل پروٹان اور الیکٹران کا وزن جمع کیا تو انہیں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ ایٹم کا کل وزن الیکٹران اور پروٹان کے مجموعی وزن (سوائے ہائیڈروجن کے) سے بہت کم نکلا۔ چنانچہ مزید تجربات کے بعد ایک سائنس دان چیڈوک (Chadwick) اس نتیجہ پر پہنچا کہ ضرور ایک اور ذرہ ہونا چاہئے اور جلد ہی اس نے وہ ذرہ ڈھونڈ نکالا۔ چونکہ اس پر کسی قسم کی کوئی بجلی نہیں اس لئے اس نے اس ذرہ کا نام "نیوٹران" (Neutron) رکھا۔

سائنس دانوں نے مختلف تجربات، حسابی پیمائش اور اندازے لگا کر ایٹم کا ایک ماڈل بنایا ہے جو کہ نیچے دی ہوئی تصویر میں دکھایا گیا ہے۔

Model of Atomic Structure

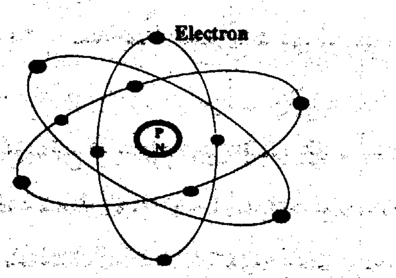

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES?
PHONE US FOR A QUOTE

ATLAS TRAVEL

THE TRAVEL AGENTS YOU CAN TRUST

061 795 3656

493, CHEETHAM HILL ROAD, MANCHESTER, M8 7HY

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR
FREE DELIVERY
081-877 0469/1040
PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN

ARNEY'S

164 GARRAT LANE, LONDON SW18 4DA

SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

قارئین کو میں پھر یاد دلا دوں کہ ایٹم اتنا چھوٹا ہے کہ دنیا کی طاقتور سے طاقتور خورد بین بھی ایٹم کے اندر کے ذروں اور اس کی شکل و شباہت کو نہیں دیکھ سکتی لیکن ایٹم اور اس کا وجود ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا سائنس کا معمولی علم رکھنے والا بھی منکر نہیں۔ ایٹم کے اندر جو طاقت پوشیدہ ہے اس نے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی صورت میں دنیائے سیاست کا نقشہ بدلا ہوا ہے۔ امریکہ اور روس اسی طاقت کے ناطے سپر پاور کہلاتے ہیں۔

سائنس دانوں نے مختلف حسابی فارمولے اور بعض تجربات کی روشنی میں ایک مرکزے کا حجم معلوم کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ اتنا چھوٹا ہے کہ مروجہ طریق پر اسے بیان کرنا ناممکن ہے۔ تاہم سائنسی زبان میں اس کا حجم 10^{-15} میٹر ہے یعنی ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۱ میٹر لیکن یہ مرکزہ ہی ہے جو کہ ایٹم بم یا ہائیڈروجن بم پیدا کرنے کا موجب ہے۔ جہاں تک وزن کا تعلق ہے ایک ایٹم کا تقریباً ۹۹٪ وزن مرکزے میں ہی ہے کیونکہ الیکٹران کا وزن بہت ہی تھوڑا ہے۔

بنیادی طاقتیں

خاکسار نے "ہماری کائنات" کے مضمون میں بڑے دھماکے والی تھیوری Big Bang Theory کی وضاحت کے دوران ضمناً چار بنیادی طاقتوں کا ذکر کیا تھا۔ ایٹم کے حوالہ سے اب ان کا مختصراً ذکر کرتا ہوں۔

۱۔ کشش ثقل کی طاقت.

اس طاقت کا ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ جونہی کوئی چیز اوپر پھینکی جائے تو وہ واپس زمین کی طرف آتی ہے۔ یہی وہ طاقت ہے جس کی وجہ سے انسانی زندگی کا رہنے، چلنے پھرنے کا نظام قائم ہے وگرنہ جس طرح خلاباز خلا میں جا کر بےوزنی کی کیفیت کا شکار ہوتے ہیں اسی طرح ہم بھی اڑتے پھرتے۔ اسی طاقت کی وجہ سے کائنات کا نظام قائم ہے۔ جہاں تک ایٹم کا تعلق ہے الیکٹران کا مرکزے کے گرد بیضوی دائروں کی صورت میں گھومنے میں یہ طاقت ایک کردار ادا کرتی ہے۔ سائنس دانوں نے حساب لگایا ہے کہ بنیادی طاقتوں کا اظہار مختلف ذروں کی تخلیق کے ذریعے ہوتا ہے۔ چنانچہ جو ذرہ کشش ثقل کے مظہر کا باعث ہے اس کا نام "گریوٹان" (Graviton) ہے۔ سائنس دان ابھی تک اسے کسی مشین کے ذریعے پیدا نہیں کر سکے کیونکہ جتنی طاقت اس کو پیدا کرنے کے لئے چاہئے ذروں کو تیز کرنے والی اتنی طاقت کی مشینیں ابھی تک ایجاد نہیں ہو سکیں۔ شاید اگلی صدی میں اس بارے میں کوئی پیش رفت ہو سکے۔

۲۔ برقی و مقناطیسی قوت.

یہ طاقت بجلی اور مقناطیسی طاقت کا مجموعہ ہے۔ اگر دو دھاتوں کی باریک پلیٹوں پر بالترتیب مثبت اور منفی بجلی لگائی جائے تو وہ ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتی ہیں لیکن اس کے برعکس اگر دونوں پر مثبت بجلی ہو تو وہ ایک دوسرے کو دھکا دیتی ہیں۔ گویا دو ایسی چیزیں جن پر ایک ہی قسم کی بجلی ہوگی تو ان کا ایک جگہ اکٹھا رہنا بہت مشکل ہے۔

چونکہ الیکٹران پر منفی بجلی ہوتی ہے اور مرکزے پر مثبت۔ اس لئے الیکٹران اور مرکزہ میں ایک باہمی کشش ہوتی ہے۔ برقی و مقناطیسی طاقت اور کشش ثقل مل کر الیکٹران کو مرکزے کے گرد بیضوی دائروں میں گھماتے رہتے ہیں اور یوں ایک ایٹم ثابت و سالم رہتا ہے۔ اگر یہ قوتیں نہ ہوتیں تو ایٹم کبھی بھی ثابت و سالم نہ رہتا، نہ یہ کائنات ہوتی اور نہ ہی کوئی اور مادی چیز۔

برقی و مقناطیسی طاقت کا مظہر روشنی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگرچہ روشنی شعاعوں کی صورت میں پھیلتی ہے لیکن یہ ذروں کی صورت میں بھی نکلتی ہے جسے "فوٹان" (Photon) کہتے ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ روشنی بیک وقت لہر بھی ہے اور بےوزن ذرہ بھی۔

۳۔ کمزور طاقت.

یہ طاقت ایٹم کے اندر موجود ہوتی ہے لیکن اس کا دائرہ اثر نہایت ہی تھوڑا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ باقی طاقتوں کے برعکس یہ ذروں یا مادی چیزوں کو اکٹھا رکھنے کا باعث نہیں ہے بلکہ یہ بعض ذروں کو دوسرے ذروں میں تبدیل کرنے کا باعث ہے مثلاً یہ طاقت پروٹان کو آپس میں ملا کر ہیلیم کے مرکزے میں تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے جو کہ ہائیڈروجن بم کا اصول ہے۔ اسی طرح سورج جس سے ہم روشنی اور حرارت حاصل کرتے ہیں وہاں پر بھی لاکھوں کروڑوں ہائیڈروجن بم پھٹ رہے ہیں اور یوں سورج سے روشنی حاصل کرنے میں بھی یہ طاقت ایک بڑا کردار ادا کر رہی ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ بنیادی طاقتیں اپنا نفوذ مختلف ذرات کو پیدا کرنے سے کرتی ہیں۔ مایہ ناز احمدی سائنس دان پروفیسر عبدالسلام صاحب نے کمزور طاقت کے نفوذ پر بڑی گہری تحقیق فرمائی ہے اور اس کے نتیجہ میں نئے ذرات جن کا نام "ڈبلیو" اور "زیڈ" ذرات ہیں ڈھونڈ نکالے گئے ہیں۔ یہ ذرات ایک پروٹان سے تقریباً سو گنا زیادہ بھاری ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں ایک زر کثیر خرچ کرنے کے بعد جنیوا میں ذروں کو غیر معمولی طور پر طاقتور کرنے والی مشین جسے Particle Accelerators کہا جاتا ہے بنائی گئی۔ یہ اتنی طاقت پیدا کر سکتی ہے جس کے نتیجہ میں یہ ذرات مشاہدہ کئے جا سکیں۔ چنانچہ ان ذروں کو تجرباتی رنگ میں پیدا کرنے پر اطالوی سائنس دان کارلو روبیہ (Carlo Rubia) کو نوبل انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

۴۔ مضبوط طاقت.

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ایک ہی قسم کی بجلی رکھنے والے ذرات ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ سائنس دانوں کے لئے یہ ایک بہت بڑا مسئلہ تھا کہ پھر مرکزے میں پروٹان کس طرح مل جل کر رہتے ہیں جبکہ ان پر مثبت بجلی ہوتی ہے۔ مختلف پیچیدہ حساب کے بعد ایک جاپانی سائنس دان "ہی ڈی کی یوکاوا" (Hideki Yukawa) نے ثابت کیا کہ ایک اور بنیادی طاقت ہے جو پروٹان کی باہمی نفرت پر غالب آ جاتی ہے اور اس طاقت کا نام اس نے مضبوط طاقت رکھا۔ کیونکہ یہ اتنی طاقتور ہے کہ پروٹان کی باہمی نفرت کے باوجود انہیں یکجا رکھتی ہے۔ اگر یہ طاقت مثلاً اس زمین پر لگا دی جائے تو اس کو دبا کر ایک معمولی گیند جتنا بنا دے۔

یہ بتانا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اگرچہ یہ ایک بہت ہی مضبوط طاقت ہے مگر اس کا دائرہ کار صرف مرکزے کے اندر ہی ہوتا ہے گویا اس کا دائرہ عمل مہین در مہین ہے۔ لیکن یہ طاقت انتہائی ضروری ہے وگرنہ مرکزہ کبھی بھی ثابت و سالم نہ رہتا۔ بالفاظ دیگر کوئی بھی مادی چیز اپنی حیثیت برقرار نہ رکھ سکتی۔ ۱۹۴۹ء میں یوکاوا کی اس دریافت پر اسے نوبل انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

اس طاقت کا اظہار بھی بعض ذروں جسے "نیوٹرینو" (Neutrino) یعنی چھوٹا نیوٹران کا نام دیا گیا ہے، سے ہوتا ہے۔ اس کا کچھ ذکر مضمون میں آگے بیان کیا جائے گا۔

قارئین کی دلچسپی کے لئے یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ پچھلی دہائی میں اور آجکل بھی سائنس دانوں کے لئے ایک موضوع خاص دلچسپی سے زیر غور ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا یہ طاقتیں اپنی ذات میں علیحدہ علیحدہ طاقتیں ہیں یا بعض مخصوص حالات میں ان تمام طاقتوں کا منبع اور سرچشمہ ایک ہی قوت واحدہ ہے۔ ہمارے نامور پاکستانی احمدی مسلم سائنس دان پروفیسر عبدالسلام صاحب نے بھی اس تحقیق میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ دراصل ان قوتوں کا منبع ایک ہی ہے۔ اسی تحقیق کے نتیجے میں انہیں مشہور نوبل انعام بھی پیش کیا گیا۔ یہ کہنا صحیح ہے کہ ابھی تک کشش ثقل کی طاقت کو قوتوں کے اس اجماع میں تجرباتی انداز میں شامل نہیں کیا جا سکا تاہم اس پر تحقیقات ہو رہی ہے۔

میری اپنی عاجزانہ رائے یہ ہے کہ یہ بات خداتعالیٰ کے واحد و یگانہ ہونے کا ایک قطعی ثبوت پیش کرتی ہے۔ خداتعالیٰ واحد و لاشریک ہے اس لئے اس کی پیدا فرمودہ طاقت بھی بنیادی طور پر ایک اکائی کا مظہر ہونی چاہئے لیکن جس طرح خداتعالیٰ کی بہت ساری صفات ہیں اسی طرح یہ بنیادی طاقتیں مخصوص حالات میں مختلف اشکال اختیار کر سکتی ہیں۔

یہ بنیادی طاقتیں اتنی اہم ہیں کہ ان کے بغیر نہ تو ہماری کائنات کی پیدائش ممکن تھی اور نہ ہی اسے برقرار رکھا جا سکتا ہے اور نسل انسانی کا تو تصور بھی ناممکن ہے۔ "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم۔" یقیناً اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی ہے جو زندہ ہے اور زندہ رکھتا ہے اور اپنی ذات میں قائم اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے

مرکزہ میں اور کیا ہے؟

سوال یہ ہے کہ کیا مرکزہ میں صرف پروٹان اور نیوٹران ہی ہیں یا کچھ اور ذرے بھی موجود ہیں؟

مرکزہ کے بارے میں تحقیقات آجکل پورے عروج پر ہیں اور دنیا کے سارے براعظموں میں یہ تحقیقات بڑے وسیع پیمانے پر ہو رہی ہیں اور کھربوں کھرب روپیہ اس تحقیق پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ سائنس دانوں کو یقین ہے کہ مرکزے کی تحقیق میں کائنات کی تخلیق کا راز مضمر ہے۔ اگلی صدی اور اسکے بعد آنے والے وقتوں میں سائنس میں جو حیران کن ترقیات اور ایجادیں ہوں گی ان کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق مرکزے کی تحقیق سے ضرور ہوگا۔ اور اس ضمن میں مایہ ناز احمدی مسلم سائنس دان پروفیسر عبدالسلام صاحب کا نام نامی ایک درخشندہ ستارے کی طرح چمکتا رہے گا۔ اللھم زد و بارک۔

مرکزے کی تحقیق کا موضوع اپنی ذات میں انتہائی دلچسپ بھی ہے اور انتہائی پیچیدہ بھی۔ لیکن خداتعالیٰ کا بیان فرمودہ اصول کہ ہم نے ہر چیز کو جوڑوں کی صورت میں پیدا فرمایا ہے اپنی پوری آن بان اور شان کے ساتھ قدم بہ قدم عمل فرما ہوتا نظر آتا ہے۔ مختلف زاویہ نگاہ سے جوڑوں کی بھی کئی اشکال سامنے آتی ہیں۔ انشاء اللہ کسی اور مضمون میں اسکے بارے میں کچھ روشنی ڈالی جائے گی۔ اس وقت اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ مرکزے کے اندر سو کے قریب ذرے دریافت ہو چکے ہیں اور متعدد سائنس دان اس تحقیق کے نتیجہ میں نوبل انعام پا چکے ہیں۔

نیوٹرینو (NEUTRINO)

سائنس دانوں نے اندازہ لگایا ہے اور تجربات سے ثابت کیا ہے کہ نیوٹران اور پروٹان آپس میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں مثلاً ایک نیوٹران اپنے اندر سے ایک الیکٹران یا اس کا زیادہ مناسب نام "بیٹا" ذرہ ہے، نکالتا ہے۔ اسکے نتیجہ میں یہ پروٹان بن جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور ذرہ پیدا ہوتا ہے جسے نیوٹرینو (چھوٹا نیوٹران) کا نام دیا گیا۔ اس پر بھی کوئی بجلی نہیں ہوتی۔ لیکن یہ انتہائی طاقتور ذرہ ہے۔ اس کا وزن ایک الیکٹران کے وزن سے دس ہزار گنا کم ہے۔ اس کی طاقت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جتنی دیر میں آپ نے لفظ "نیوٹرینو" پڑھا ہوگا اتنی دیر میں یہ ذرہ زمین کے ایک سرے سے داخل ہو کر دوسرے سرے سے نکل بھی چکا ہوگا! مختلف ستاروں سے جو شعاعیں "کاسمک ریز" (Cosmic Rays) زمین کی طرف آتی ہیں ان میں نیوٹرینو بہت بڑی مقدار میں زمین کی طرف آتے ہیں۔ گویا ان دکھائی نہ دینے والے ذروں کی بارش ہر وقت زمین پر پڑ رہی ہے۔

اسی طرح سے بعض حالات میں ایک پروٹان نیوٹران بن جاتا ہے اس کے نتیجہ میں دو مزید ذرے پیدا ہوتے ہیں ایک کا نام مثبت الیکٹران (پازیٹران) ہے

KHAYYAMS
SUPPLIERS OF
FROZEN AND FRIED
MEAT SAMOSAS
VEGETABLES
SAMOSAS
CHICKEN SAMOSAS
LAMB BURGERS
KHAYYAMS
280 HAYDONS ROAD,
LONDON SW19 9TT
TEL: 081 543 5882
MOBILE: 0860 418 252
KHAYYAMS
PARTIES
CATERED FOR

Kenssy
Fried
Chicken
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

یہ الیکٹران کا جوڑا ہے۔ الیکٹران پر منفی بجلی ہوتی ہے اور پازیٹران پر مثبت بجلی۔ اسی طرح ایک اور ذرہ پیدا ہوتا ہے جو "اینٹی نیوٹرینو" کہلاتا ہے۔ یہ "نیوٹرینو" کا جوڑا ہے۔ اس میں سے ایک ذرہ دائیں سے بائیں گھومتا ہے اور دوسرا بائیں سے دائیں۔ کس شان کے ساتھ یہ ذرے خدا تعالیٰ کے اس قرآنی ارشاد کی تائید کرتے ہیں کہ ہم نے ہر چیز کو جوڑوں کی صورت میں پیدا کیا ہے۔

اس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ مرکزے کے ثابت و سالم رہنے کا راز ان چھوٹے ذروں کی پیدائش کی وجہ سے ہے جو پروٹان اور نیوٹران پیدا کرتے رہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح انسانی، حیوانی اور نباتاتی زندگی کی بقا کا راز بھی عمل تولید میں ہی ہے۔

مادہ کے جوڑے

چند ذروں کے مختصر تعارف کے بعد میں مضمون کے اس پہلو کو اس بات پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ سائنس دان اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور مختلف شواہد، نظریات اور حسابات اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ مادہ کا بھی بحیثیت مجموعی ایک جوڑا ہے یعنی جس طرح ایک ایٹم کے مرکزے میں پروٹان اور نیوٹران ہیں اور الیکٹران اس کے گرد بیضوی دائروں میں چکر لگا رہے ہیں۔ بالکل اسی طرح الٹ ایٹم بھی ہیں جن کے اندر اینٹی پروٹان اور اینٹی نیوٹران ہیں اور ان کے گرد پوزیٹران (جو اینٹی الیکٹران ہیں) بیضوی دائروں میں گھوم رہے ہیں

ایٹم کی یہ دنیا اپنی پوری شان کے ساتھ قرآن مجید کی اس آیت کی تصدیق کر رہی ہے کہ

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

(سورۃ الذاریات: ۵۰)

ترجمہ: اور ہر ایک چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

یقیناً ایٹم کے اندر جھانکتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے پیدا فرمودہ اس نظام کو محسوس کر کے اولوالالباب کو اللہ تعالیٰ کی عظمت، بزرگی اور شان نظر آتی ہے۔

ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم

مشہور سائنس دان البرٹ آئن سٹائن نے نظریہ اضافت پیش کیا جس کی رو سے اس نے حسابی اندازہ میں ایک فارمولا نکالا کہ کسی طرح سے مادہ کو طاقت میں تبدیل کیا جائے تو بے شمار طاقت پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس کا حسابی فارمولا یہ ہے کہ طاقت = مادہ کا وزن × روشنی کی رفتار × روشنی کی رفتار۔ $E = MC^2$ جبکہ روشنی کی رفتار ۳۰ کروڑ میٹر فی سیکنڈ (3×10^8) ہے۔

اس مختصر ذکر کے بعد میں ایٹم بم کا اصول سادہ الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ ایک بھاری عنصر مثلاً یورانیم ۲۳۸ (یعنی اس میں ۱۴۶ نیوٹران اور ۹۲ پروٹان ہیں) بعض مخصوص حالات میں دو ٹکڑوں میں پھٹ جاتا ہے۔ اسکے نتیجہ میں کچھ نیوٹران خارج ہوتے ہیں لیکن مادہ کا کچھ حصہ طاقت کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جو نیوٹران نکلتے ہیں وہ یہی عمل یورینیم کے دوسرے ایٹموں پر کرتے ہیں نتیجۃً ایک زنجیر کی طرح کا عمل (Chain Reaction) شروع ہو جاتا ہے اور یہ عمل بے شمار طاقت پکڑ لیتا ہے جسکے نتیجے میں ایٹم بم بن جاتا ہے۔

اس کے برعکس ہائیڈروجن بم کا اصول اس کے بالکل الٹ ہے۔ اس میں ہائیڈروجن کے ایٹم (زیادہ مناسب لفظ ایک خاص طرز کی ہائیڈروجن ہے جسے "ڈیوٹریم" (Deuterium) اور "ٹریٹیم" (Tritium) کہا جاتا ہے) بیرونی طاقت کے نتیجہ میں آپس میں جڑ کر ہیلیم گیس میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس تبدیلی کے دوران ہائیڈروجن ایٹم کا کچھ حصہ طاقت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی کچھ نیوٹران بھی خارج ہوتے ہیں جو مزید ہائیڈروجن گیس کو ہیلیم میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ایٹم بم کی طرح یہ بھی ایک زنجیری عمل میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اسکے نتیجہ میں ہائیڈروجن بم کی صورت میں بے شمار طاقت پیدا ہوتی ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے ایک اور بم کا ذکر بھی کر دوں جسے نیوٹران بم کا نام دیا گیا ہے اس میں طاقت بے شمار نیوٹران کے پیدا ہونے سے نکلتی ہے جس سے انسان اور حیوان تو ہلاک ہو سکتے ہیں لیکن یہ طاقت اتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ عمارتوں اور شہروں کو ملیا میٹ کر سکے۔ یہ بم میدان جنگ میں استعمال کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں تاکہ فوجیں تباہ ہو سکیں۔

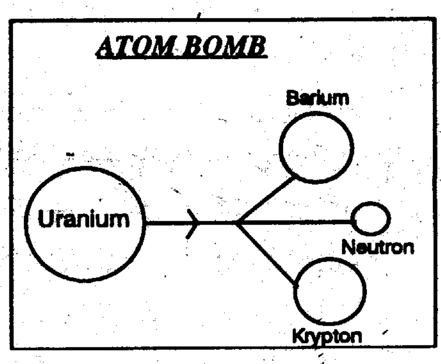

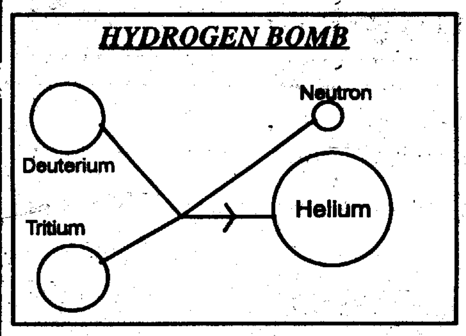

قرآن مجید کی اس آیت میں سے حضرت مصلح موعودؓ نے ایٹم بموں کا استدلال فرمایا ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴿۱۱﴾ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۲﴾

(الدخان: ۱۱-۱۲)

ترجمہ: پس تو اس دن کا انتظار کر جس دن آسمان پر ایک کھلا کھلا دھوآں ظاہر ہوگا جو سب لوگوں پر چھا جائے گا، یہ دردناک عذاب ہو گا۔

حضور تفسیر صغیر میں اس آیت کے حوالہ میں حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ اس آیت میں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کا ذکر ہے جن کے پھینکنے پر تمام جو میں دھوآں پھیل جاتا ہے اور ان بموں کو اس وقت سائنس دان قیامت کا پیش خیمہ بھی بتا رہے ہیں۔

ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کے مختصر بیان سے قارئین یہ تو بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ ان کی طاقت کا راز نیوٹران کو خارج کرنے میں ہے۔ ہر نیوٹران جو خارج ہوتا ہے وہ زنجیر کی طرح اس عمل کو جاری رکھتا ہے اور خارج ہونے کے بعد خاموشی سے بیٹھ نہیں رہتا۔ جب میں نے اس طبعی حقیقت پر مزید غور کیا تو مجھے بڑی شدت سے احساس ہوا کہ اس میں خدا تعالیٰ نے ترقی کا ایسا راز پنہاں کر رکھا ہے کہ جس کا اطلاق قومی و روحانی نظام پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ تحریک کہ ہر احمدی مبلغ بنے اور پھر اس تبلیغ کے نتیجے میں جو مزید احمدی بنیں وہ پھر دوسروں کو تبلیغ کر کے نئے احمدی بنائیں اور جو مزید نئے احمدی بنیں وہ احمدیت میں شامل ہو کر اس چشمہ کو رواں دواں رکھیں اور یوں یہ زنجیری عمل، کہ جس کی ایک کڑی دوسرے میں پیوستہ ہو جاتی ہے، جاری و ساری رہے۔ یہ ایک ایسا طبعی اصول ہے کہ جس میں ناکامی کا خمیر شامل ہی نہیں۔

یہ بیان کر دینا بھی مناسب ہے کہ ایٹمی توانائی کو تباہی کے لئے بھی استعمال کی جا سکتی ہے لیکن اس کے بہت سارے فائدے بھی ہیں۔ مثلاً اس کی مدد سے بجلی گھروں میں بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ بحری جہازوں کو چلانے میں مدد و معاون ہے اور مختلف بیماریوں کے علاج کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو ان طاقتوں کے رازوں پر کسی قدر اطلاع بخشی ہے اسے ہم انسانوں کی بہبودی کے لئے استعمال کریں۔

ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

مکرم مظفر محمود احمد صاحب مبلغ سپین لکھتے ہیں کہ:

۲۷ مئی تا ۵ جون ۱۹۹۴ء جنوبی سپین کے ساحلی شہر "مالاگا" میں بک فیئر منعقد ہوا جس میں ہمیں بھی جماعت کا بکسٹال حاصل کرنے کی توفیق ملی۔

۳۱ مئی کو ۲ مراکشی نوجوان عزیزم عبدالرحیم بعمر ۱۶ سال اور عزیزم عدنان بعمر ۲۰ سال ہمارے سٹال کے سامنے سے گذر رہے تھے۔ یہ دونوں بھائی ہیں۔ ہمارے سٹال پر انگریزی نیلی مجلد کتاب A Man of God سامنے شوکیس میں پڑی تھی۔ یہ دونوں بھائی حضور کی تصویر دیکھ کر رک گئے اور خاکسار کو عربی زبان میں پوچھا کہ یہ تصویر کس بزرگ کی ہے؟ خاکسار نے حضور کا نام بتا کر تعارف کرایا کہ یہ حضرت مسیح موعود و امام مہدیؑ کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ انہوں نے یہ سن کر کہا کہ ہم تین چار ماہ ہوئے حضور کا مراکش میں ٹی۔ وی پر خطبہ سن رہے تھے تو ہمیں بہت پسند آیا پھر ہم نے رمضان المبارک میں بھی ان کے درس سنے ہیں تو یہ بزرگ تو قرآن شریف کی حقیقی تفسیر بیان کرتے ہیں جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور سچ ہے۔

خاکسار نے جماعت کا مزید تعارف کروایا۔ انہوں نے سپینش زبان میں ترجمہ قرآن کریم خریدا۔ خاکسار نے عربی مجلہ "التقویٰ" جوبلی نمبر انہیں تحفہ دیا اور عربی زبان میں وفات عیسیٰؑ کا پمفلٹ دیا اور مجلہ التقویٰ کے آخر پر دس شرائط بیعت اور بیعت فارم دکھایا اور ان کے ساتھ ایڈریس کا تبادلہ کیا۔

یہ نوجوان ہمارے بکسٹال والے شہر سے ۱۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ تین روز کے بعد ۳ جون کو شام کے وقت یہ دونوں بھائی دوبارہ ہمارے بکسٹال پر تشریف لائے اور مجھے کہا کہ ہماری بیعت کروا دیں ہم نے کل بیعت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ خاکسار نے ان سے پوچھا کہ آپ نے جلد بیعت کرنے کا فیصلہ کیوں کیا ہے؟۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ ہم کل ۲ جون کو وفات مسیح کا مسئلہ پوچھنے کے لئے اپنے عربی امام کے پاس گئے تھے۔ امام صاحب نے ہمارے دلائل کا جواب دینے کی بجائے ہمیں ڈانٹا اور کہا کہ خبردار قادیانی کافر لوگوں کی باتیں مت سننا۔ اس پر ہم امام صاحب کے پاس سے اٹھ کر آگئے اور جماعت میں شمولیت کا ارادہ کر لیا ہے۔

چنانچہ یہ نوجوان ۴ جون ۱۹۹۴ء کو عصر کی نماز ادا کرنے ہمارے پاس ہاسٹل میں تشریف لائے۔ یہ دونوں عزیزان بیعت فارم پر کر کے جماعت احمدی مسلمہ میں داخل ہوئے۔ فالحمدللہ۔ اللھم ثبت اقدامھم۔

عزیزم عدنان نے بتایا کہ آٹھ سال قبل جب میری عمر بارہ سال کی تھی تو میں نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا تھا۔ کل جب میں نے مجلہ "التقویٰ" جوبلی نمبر میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو مجھے یاد آیا کہ میں نے تو اسی بزرگ کو دیکھا تھا۔ اس طرح تو گویا میں بہت عرصہ پہلے کا احمدی تھا۔

- - - - انہوں نے بتایا کہ ہمارے گھر میں ڈش انٹینا سپین اور مراکش دونوں جگہ لگا ہوا ہے۔ ہم حضور انور کے خطبات باقاعدگی سے سنیں گے اور کبھی کبھی "الخصیرہ" احمدیہ مشن میں آکر نماز جمعہ بھی پڑھا کریں گے۔ (الخصیرہ سے ان کا فاصلہ ۱۵۰ کلومیٹر ہے)۔

DISTRIBUTORS OF CRIMPLENE/ VELVET & POLYESTER COTTON CLOTH/ QUILTS & BLANKETS/ PILLOWS & COVERS/ VELVET CURTAINS/ NYLON & SATIN FINISH BED SPREADS/ BED SETTEE & QUILT COVERS/ VELVET CUSHION COVERS/ PRAYER MATS/ ETC. ETC DIRECT SALE TO THE PUBLIC
CROWN TEXTILES,
138 ABBEY ROAD, BRADFORD, BD8 8DP
PHONE 0274 724 331/ 488 446
FAX 0274 730 121

TOWNHEAD PHARMACY
31 TOWNHEAD,
KIRKINTILLOCH,
GLASGOW G66 3JW
FOR ALL YOUR PHARMECUTICALS NEEDS PHONE:
041 777 8568
FAX 041 7776 7310

TAHIR JEWELLERS
COMPETITIVE PRICES
FOR INDIAN JEWELLERY
SALES AND REPAIRS
43 DUCKWORTH GROVE
BRADFORD BD9 5HQ
0274 496 673

جلسہ سالانہ لندن ۱۹۹۴ء اور اسکی روحانی تاثیرات

(محمد صدیق گورداسپوری)

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ وہ عظیم الشان روحانی اجتماع ہے جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے خدائی حکم کے تحت خود اپنے ہاتھوں سے رکھی۔ ۱۸۹۱ء میں پہلا جلسہ سالانہ قادیان میں منعقد ہوا جس میں صرف ۷۵ اصحاب احمد علیہ السلام نے شرکت کی اس کے بعد اس اجتماع میں شریک ہونے والوں کی تعداد میں خداتعالیٰ کے فضل سے ہر سال اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ۱۹۴۷ء میں جب خدائی مشیت کے مطابق جماعت احمدیہ کو بھی قادیان سے ہجرت کرکے پاکستان آنا پڑا (۳۱۳ احباب جماعت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر مرکز احمدیت کی حفاظت کے لئے وہاں ٹھہر گئے) اور حضرت مصلح موعودؓ نے ایک نیا مرکز ربوہ کے نام سے قائم کیا تو اس للٰہی اجتماع کا انعقاد قادیان کے علاوہ ربوہ میں بھی ہونے لگا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی خدائی بشارت "یاتیک من کل فج عمیق و یاتون من کل فج عمیق" کے مطابق اس اجتماع میں شرکت کے لئے اور اس کی برکات سے متمتع ہونے کے لئے اکناف عالم سے ہزاروں کی تعداد میں طیور احمدیت اس جلسہ میں تشریف لانے لگے اور ان کی تعداد آخر ہزاروں سے تجاوز کرکے لاکھوں تک پہنچ گئی۔ چند سالوں سے جب کہ بعض مخصوص حالات کی بنا پر ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اپنا عزیز ملک پاکستان چھوڑ کر لندن میں قیام کرنا پڑا ہے اور ربوہ میں حکومت پاکستان کی طرف سے اس روحانی اجتماع پر پابندی لگ گئی ہے تو لندن میں منعقد ہونے والے جلسہ سالانہ کو خلیفہ وقت کی وہاں موجودگی اور شرکت کی وجہ سے ایک لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی ہے چنانچہ شمع احمدیت کے پروانے اکناف عالم سے اپنے پیارے امام کی زیارت۔ اس سے شرف ملاقات حاصل کرنے اور اس کے جاں بخش اور روح پرور ارشادات سے فیضیاب ہونے کے لئے لندن کا رخ کرنے لگے ہیں۔ پس یہی وہ جذبہ شوق و محبت اور اپنے پیارے آقا کی زیارت اور اس روحانی اجتماع کی برکات سے متمتع ہونے کی آرزو اس سال خاکسار کو بھی ماہ جولائی میں لندن لے آئی اور محض خداتعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان تھا کہ اس نے جلسہ سالانہ لندن میں شرکت کی توفیق عطا فرمائی۔

گو اس سے قبل بھی خاکسار کو تین بار اس روحانی اجتماع میں شرکت کی توفیق مل چکی ہے لیکن اس سال جو ایمان افروز اور روح پرور نظارے دیکھنے میں آئے وہ ایک الگ ہی شان رکھتے تھے۔ ان کی وجہ سے روح وجد میں آگئی اور دل خداتعالیٰ کی حمد و ثناء سے بھر گیا کہ کس طرح خداتعالیٰ محض اپنے فضل سے نہ کہ ہماری کسی کوشش یا جدوجہد کے نتیجہ میں جماعت پر اپنے فضلوں اور رحمتوں کی بارش نازل فرما رہا ہے اور جماعت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت عہد خلافت میں اور حضور کی روحانی قیادت میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ حضور انور نے جب حاضرین کو یہ خوشخبری سنائی کہ آج خداتعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا جھنڈا دنیا کے ۱۴۲ ممالک میں لہرانے لگا ہے اور یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (ایم۔ٹی۔اے) کا سورج بلا استثناء تمام دنیا پر طلوع ہو چکا ہے تو پنڈال نعرہ ہائے تکبیر۔ اسلام زندہ باد۔ احمدیت زندہ باد۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد۔ حضرت مرزا غلام احمد کی جے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔

پھر آخری روز جلسہ گاہ میں عالمی بیعت کا نظارہ تو نہایت ہی ایمان افروز اور دلربا تھا۔ اس سال بیعت کنندگان کی تعداد گزشتہ سال سے دوگنی سے بھی زیادہ تھی۔ ۴ لاکھ ۱۸ ہزار اور ۲۰۶ افراد نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی جن کا تعلق دنیا کے ۹۳ ممالک سے تھا اور ۱۵۵ قوموں سے یہ لوگ بیعت کے وقت ۱۲۰ زبانوں میں بیعت کے الفاظ اپنے اپنے ملک میں مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے سامنے بیٹھ کر دہرا رہے تھے۔ اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں جہاں یہ بیعت ہو رہی تھی وہاں بیعت کے الفاظ ۶۰ زبانوں میں دہرائے جا رہے تھے۔ یہ ایک ایسا روحانی اور قلب و روح کو جلا بخشنے والا نظارہ تھا کہ الفاظ اس کی کیفیت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

پھر حضور انور کی آخری تقریر کے بعد جو عظیم الشان آسمانی نشان کسوف و خسوف کے بارہ میں تھی جو خداتعالیٰ نے ۱۸۹۴ء میں اپنے پیارے مسیح و مہدی علیہ السلام کی صداقت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے عین مطابق ظاہر فرمایا جب دنیا کے مختلف مقامات سے حضور انور کی خدمت میں مبارکباد کے پیغامات بذریعہ ٹیلیفون موصول ہونے لگے تو حضور کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور حاضرین جلسہ بھی اپنے پیارے امام کے ساتھ تقریباً نصف گھنٹہ کھڑے رہ کر نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں ان پیغامات کا استقبال کرتے رہے اور لطف اندوز ہوتے رہے۔ یہ کیسا روح پرور نظارہ تھا اور اس بات کی دلیل تھا کہ آج خداتعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے ذریعہ دنیا کے مختلف ممالک میں بسنے والے احمدی ایک امت واحدہ کی لڑی میں پروئے گئے ہیں اور خلافت احمدیہ جو حبل اللہ کی حیثیت رکھتی ہے اس کے دامن سے وابستہ ہوکر ان میں ایسی اسلامی اخوت و محبت پیدا ہو چکی ہے جو دنیا کے کسی اور فرقہ یا جماعت کو حاصل نہیں۔ اب اگر دنیا نے امن و سکون کا سانس لینا ہے اور اپنے لئے کوئی راہ نجات کی تلاش کرنی ہے تو وہ صرف جماعت احمدیہ کی خلافت سے وابستہ ہو کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

خلافت کبھی دنیاوی کوششوں سے قائم نہیں ہوتی یہ تو خداتعالیٰ کی عطاء ہے جس کو وہ دے اور کسی مامور من اللہ کی جانشینی میں ملتی ہے لہٰذا جو لوگ اپنی کوششوں سے خلافت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں وہ احمقوں کی دنیا میں رہتے ہیں اور ان کے ایسے خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوں گے۔

گو جلسہ سالانہ لندن میں شریک ہونے والوں کی تعداد ربوہ میں منعقد ہونے والے جلسوں سے کم تھی مگر اس کے روحانی مناظر وہی تھے جو جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر ہوتے تھے مختلف ممالک سے وفود آ رہے تھے ہر رنگ و نسل سے لوگ اس روحانی چشمہ سے فیضیاب ہونے کے لئے اکٹھے ہو رہے تھے جو مامور زمانہ حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام نے جاری فرمایا ہے ان میں وہ بھی تھے جو پہلے تثلیث کے قائل تھے مگر اب احمدیت کی برکت سے اسلام کے پیش کردہ خدائے واحد و یگانہ کے پرستار بن چکے تھے ان میں وہ بھی تھے جو پہلے بتوں کے پجاری تھے مگر اب وہ خالق حقیقی سے زندہ تعلق پیدا کر چکے تھے ایسے بھی تھے جو خداتعالیٰ کی ہستی کے منکر تھے مگر اب وہ خدائے قادر مطلق کے قائل ہو چکے تھے بعض ایسے بھی تھے جو محض رسمی طور پر اسلام سے تعلق رکھتے تھے مگر اب مسیح پاک علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو کر شریعت اسلامیہ کے جملہ احکامات کی پیروی ان کی روح کی غذا بن چکی تھی ان کے اندر غیر معمولی اخلاص اور صدق و صفا اور زہد و تقویٰ پیدا ہو چکا تھا۔ آنے والوں میں امریکہ اور کینیڈا سے بھی تھے۔ مغربی اور مشرقی اور شمالی افریقہ اور جنوبی افریقہ سے بھی تھے دور دراز کے جزائر فجی، طوالو، انڈونیشیا اور دیگر مشرق بعید کے ممالک سے بھی آ رہے تھے، عرب ممالک مصر، شام، فلسطین، لبنان، سعودی عرب، عرب امارات سے بھی تعلق رکھنے والے تھے۔

پھر یورپ کے سب ممالک سے احباب تشریف لائے۔ روس اور بوسنیا سے بھی ایک خاص تعداد میں دوست تشریف لائے۔ بھارت اور پاکستان سے بھی کافی تعداد میں احباب اس روحانی اجتماع میں شریک ہونے کے لئے وہاں پہنچ گئے۔

غرض کہ اکناف عالم سے ہر رنگ و نسل اور زبان سے تعلق رکھنے والے احمدیت کے پروانے اور شیدائی دیوانہ وار وہاں پہنچ رہے تھے اور ان کی آمد ایک عجیب روحانی کیفیت دلوں میں پیدا کر رہی تھی وہ جب ایک دوسرے سے ملتے مصافحہ اور معانقہ کرتے تو عجیب قسم کا اخوت و محبت کا نظارہ نظر آتا اور خدائی فرمان "فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" کی ایک زندہ جاوید حقیقت سامنے آ جاتی۔

خاکسار ان کی شکلوں اور چہروں کو دیکھ کر عجیب قسم کے تصورات میں کھو گیا میرے کانوں میں ایک طرف مخالفین احمدیت خصوصاً پاکستانی علماء کی یہ آواز جس میں ایک قسم کی متکبرانہ تعلی تھی گونج رہی تھی کہ ہم نے احمدیوں کے خلیفہ کو پاکستان سے نکال دیا ہے اب ان کے لئے کہیں سر چھپانے کی جگہ نہیں۔ ہم احمدیوں کا ہر ملک میں تعاقب کریں گے ان کا ہر جگہ اور ہر ملک میں پیچھا کیا جائے گا ان کو ہم مٹا دیں گے بلکہ بیرون ملک ان کے تمام مشن ہم نے بند کروا دیئے ہیں اور کچھ ہی عرصہ میں احمدیت کا نام لیوا کوئی نظر نہیں آئے گا۔

لیکن دوسری طرف میں خداتعالیٰ کی فعلی شہادت کو اس کے برعکس دیکھ رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ کس شان کے ساتھ پورے ہو رہے تھے۔

"میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۶۷)

مختلف ممالک سے آنے والے چہرے مجھے یہ مژدہ جاں فزا سنا رہے تھے کہ خداتعالیٰ کی طرف سے مسیح پاک علیہ السلام کو دی گئی بشارتیں کس شان سے پوری ہو رہی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الہامات میری نظر کے سامنے گزرنے لگے۔

"الا ان نصر اللہ قریب یاتیک من کل فج عمیق و یاتون من کل فج عمیق۔ خبردار رہو کہ خدا کی مدد تجھ سے قریب ہے وہ مدد ہر ایک دور کی راہ سے تجھے پہنچے گی اور ایسی راہوں سے پہنچے گی کہ وہ راہ لوگوں کے بہت چلنے سے جو تیری طرف آئیں گے گہرے ہو جائیں گے اور اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گے"۔ (تذکرہ ص ۵۰)

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔

"وحان ان تعان و تعرف بین الناس۔ سو وہ وقت آگیا جو تیری تعریف کی جائے اور تجھ کو لوگوں میں معروف و مشہور کیا جائے"۔ (تذکرہ ص ۲۶)

اور اس قسم کے دوسرے الہامات جو اس زمانے میں آپ کو خداتعالیٰ کی طرف سے ہوئے جب کہ آپ کے ساتھ ایک شخص بھی نہیں تھا کس عظمت کے ساتھ پورے ہو رہے تھے آنے والوں میں سے ہر ایک کا وجود ان بشارتوں کی صداقت کا ایک زندہ اور تابندہ ثبوت مہیا کر رہا تھا۔ غرض کہ یہ اجتماع مامور زمانہ حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زندہ اور تابندہ نشان تھا۔

جہاں تک مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام تھا وہ جماعت احمدیہ لندن نے بہت عمدہ طریق سے کیا ہوا تھا

باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں

IMPORTERS & EXPORTERS
OF
READY MADE
GARMENTS
S.S. ENTERPRISES
TELEPHONE AND FAX NO:
081 788 0608

MOST AUTHENTIC
INDIAN FOOD
GRANADA
TAKE AWAY
202 ROUNDHAY ROAD
LEEDS
TELEPHONE 0532 487 602

تاریخ احمدیت

۱۸۸۸ء

پادری فتح مسیح کی طرف سے روحانی مقابلہ کی دعوت اور شکست کا اعتراف

۱۸ مئی ۱۸۸۸ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بشیراول ؓ کے علاج معالجہ کے سلسلہ میں بٹالہ میں نبی بخش ذیلدار کے مکان پر فروکش تھے کہ عیسائیوں کی طرف سے ایک پادری فتح مسیح نامی حضرت کی فرودگاہ پر آیا اور ایک مجلس میں جس میں پچاس سے کچھ زیادہ مسلمان اور ہندو وغیرہ جمع تھے حضرت سے مخاطب ہو کر دعویٰ کیا کہ جیسے آپ اس بات کے مدعی ہیں کہ میری اکثر دعائیں جناب الٰہی میں بپایہ قبولیت پہنچ کر ان کی قبولیت سے پیش از وقوع مجھ کو اللہ تعالیٰ بذریعہ الہام خاص کے اطلاع دیتا ہے اور غیب کی باتوں پر مجھے مطلع کرتا ہے۔ یہی مرتبہ ملہم ہونے کا مجھ کو بھی حاصل ہے اور خدا تعالیٰ مجھ سے بھی ہمکلام ہو کر اور میری دعائیں قبول کر کے پیش از ظہور مجھ کو اطلاع دے دیتا ہے اس لئے آپ سے آپ کی پیش گوئیوں میں مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس قدر اور جس طور کی پیش گوئیاں عام جلسہ میں آپ تحریر کر کے پیش کریں گے اسی قسم کی پیش گوئیاں اپنی طرف سے میں بھی پیش کروں گا اور فریقین کی پیش گوئیاں اخبار نور افشاں میں شائع کرا دوں گا۔ اور پھر خود ہی ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کی تاریخ اس مقابلہ کے لئے مقرر کی۔

حضرت نے پادری فتح مسیح کی یہ دعوت فوراً منظور فرما لی اور اسی دن بذریعہ اشتہار یہ اعلان شائع کر دیا کہ ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کو پادری فتح مسیح روح القدس کا فیض اور الہامی پیش گوئیاں بالمقابل بتانے کے لئے ہمارے مکان پر آئیں گے۔ پہلے ہم الہامی پیش گوئیاں بقید تاریخ پیش کریں گے اور پھر ان کے مقابل پر ان کے ذمہ ہوگا کہ ایسی ہی الہامی پیش گوئیاں وہ بھی پیش کریں۔ پس جو صاحب اس مقابلہ کو دیکھنا چاہتے ہیں وہ دس بجے تک ہمارے مکان پر پہنچ جائیں۔ پھر اگر میاں فتح مسیح بر طبق اپنے وعدہ کے پیر کے دن آ موجود ہوئے اور روح القدس کی الہامی طاقت جو اٹھارہ سو برس سے عیسائی جماعت سے بوجہ گمراہی گم ہو چکی ہے تازہ کر دکھائیں اور ان پیش گوئیوں کی سچائی اپنے وقت میں ظہور میں آ جائے تو بلاشبہ عیسائیوں کو اپنے مذہب کی صداقت پر ایک حجت ہوگی کیونکہ ایسے عظیم الشان میدان مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے ان کی حمایت کی اور مسلمانوں کی نہ کی۔ اور ان کو فتح دی اور مسلمانوں کو فتح نہ دی۔ لیکن اگر ہماری پیش گوئیاں سچی نکلیں اور اسی میدان میں دشمن کو شکست اور ہم کو فتح ہوئی تو اس سے صاف ثابت ہو جائے گا کہ خدا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔

اس بے نظیر مقابلہ کی اہمیت بتانے کے علاوہ آپ نے اسی اشتہار میں صریح الفاظ میں لکھ دیا کہ "چونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ عیسائی کلیسیا برکت اور قبولیت اور ایمانداری کے پھلوں سے بالکل خالی ہے اور سارا گزارہ لاف و گزاف اور یاوہ گوئی پر ہے اور تمام برکتیں اسلام سے ہی خاص ہیں۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس لاف و گزاف کی اصلیت ظاہر کرنے کے لئے اور نیز یہ بات پبلک کو دکھانے کے لئے کہ کہاں تک عیسائیوں میں دروغگوئی اور بے باکی نے رواج پکڑ لیا ہے بالمقابلہ کرامت نمائی کے لئے اجازت دی جائے۔

تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش شود

چنانچہ ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کو حضرت کی قیامگاہ پر بٹالہ کے معزز مسلمان اور ہندو رئیس اور عیسائی نہایت ذوق و شوق کے ساتھ بھاری تعداد میں جمع ہوئے تا اسلام اور عیسائیت کے اس فیصلہ کن روحانی مقابلہ کا نظارہ دیکھیں۔ مگر ہوا وہی جو حضرت نے قبل از وقت بتا دیا تھا۔ فتح مسیح اپنے چند عیسائی دوستوں کے ساتھ دس بجے کے بعد جلسہ میں پہنچے اور اپنے وعدہ کے مطابق پیش گوئیاں کرنے کی بجائے انہوں نے سراسر لاطائل اور بیہودہ باتیں چھیڑ دیں جن کا موضوع سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ آخر حاضرین میں سے ایک معزز ہندو نے ان سے کہا کہ یہ جلسہ صرف بالمقابل پیش گوئیاں پیش کرنے کے لئے منعقد ہوا ہے اور یہی آپ کا اقرار ہے اور اسی شوق میں سب لوگ یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ سو اس وقت الہامی پیش گوئیاں بیان کرنا چاہئیں۔ اس کے جواب میں پادری صاحب نے اپنی شکست کا کھلم کھلا اعلان کرتے ہوئے بر سر عام کہا "اصل بات یہ ہے کہ میری طرف سے دعویٰ الہام نہیں ہے اور جو کچھ میرے منہ سے نکلا تھا میں نے یونہی فریق ثانی کے دعوے کے مقابل پر ایک دعویٰ کر دیا تھا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ان کا جھوٹا دعویٰ ہے سو ایسے ہی میں نے مقابل پر ایک دعویٰ کر دیا"۔ یہ سن کر حاضرین جلسہ نے ان پر سخت تنقید کی اور خصوصاً رائے بشمبر داس صاحب رئیس بٹالہ، بابو گوردت سنگھ صاحب مختار عدالت اور منشی محمد بخش صاحب مختار عدالت نے انہیں ملزم کیا کہ یہ دروغگوئی نیک چلنی کے برخلاف تم سے وقوع میں آئی۔ اگر تم فی الحقیقت ملہم نہیں تھے تو خلاف واقعہ ملہم ہونے کا کیوں دعویٰ کیا۔ پادری صاحب اس شرمناک دروغگوئی اور کذب طرازی پر سخت معتوب ہوئے اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

اس روحانی مقابلہ میں اسلام کی زبردست فتح اور عیسائیت کی شکست بالکل نمایاں ہو گئی۔ فتح مسیح دیسی پادری تھا مگر حضرت نے یورپین پادری وائٹ بریجنٹ (انچارج بٹالہ مشن) پر خصوصاً اور دوسرے یورپین پادریوں پر عموماً اتمام حجت کے لئے دوسرا اشتہار شائع کیا جس میں روحانی مقابلہ کی زبردست دعوت دی اور اسی غرض سے برابر ایک ماہ تک بٹالہ میں قیام بھی

فرمایا۔ پادری فتح مسیح نے جو اپنی زبان سے شکست کا اعتراف کر چکا تھا اپنی شرمندگی پر پردہ ڈالنے کے لئے "نور افشاں" (۷ جون ۱۸۸۸ء) میں یہ افترا کیا کہ میں نے الہام کا دعویٰ نہیں کیا تھا حالانکہ اس نے پادری وائٹ بریجنٹ کے نام اپنے ہاتھ سے ایک چٹھی میں صاف لکھا کہ میں نے بالمقابل الہامی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ پادری فتح مسیح نے اب کے "نور افشاں" میں لکھا کہ ہم اس طور پر تحقیق الہامات کے لئے جلسہ کر سکتے ہیں کہ ایک جلسہ منعقد ہو کر چار سوال بند کاغذ میں حاضرین جلسہ میں سے کسی کے ہاتھ میں دے دیں گے وہ ہمیں الہاماً بتایا جائے۔ حضرت نے اس طریق مقابلہ کو بھی فوراً تسلیم کر لیا مگر فرمایا کہ فتح مسیح جس کی طینت میں دروغ ہی دروغ ہے ہرگز قابل التفات نہیں ہے۔ ہاں اگر پادری وائٹ بریجنٹ صاحب ایک عام جلسہ میں یہ حلفاً اقرار کریں کہ اگر کسی بند لفافہ کا مضمون جو میری طرف سے پیش ہو دس ہفتہ تک مجھے بتلا دیا جائے تو میں دین مسیح سے بیزار ہو کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ اور اگر ایسا نہ کروں تو ہزار روپیہ جو پہلے سے کسی ثالث منظور کردہ کے پاس جمع کرا دوں گا بطور تاوان انجمن حمایت اسلام لاہور میں داخل کیا جائے گا۔ اس تحریری اقرار اور نور افشاں میں اس کی اشاعت کے دس ہفتہ تک ہم نے لفافہ بند کا مضمون بتلا دیا تو ان کا روپیہ ضبط ہوگا اور اگر ہم نہ بتلا سکے تو ہم دعویٰ الہام سے دست بردار ہو جائیں گے اور نیز جو سزا زیادہ سے زیادہ ہمارے لئے تجویز ہو وہ بخوشی خاطر اٹھا لیں گے"۔

پادری فتح مسیح تو شملہ بھاگ گیا تھا اور پادری بریجنٹ اس مقابلہ کے لئے آمادہ نہ ہو سکے۔ اور اس طرح عیسائیت کے دیسی اور یورپین پادریوں کی باطل پرستی کے پردے چاک ہو گئے اور اسلام کو ایک بار پھر شاندار فتح نصیب ہوئی۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت مرتبہ
مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

★☆★☆★☆★☆★☆★☆★☆★

بوزنیا ہرزگوینا سے احمدیت کا پہلا تعارف

(مظفر احمد چودھری)

یہ دسمبر ۱۹۱۹ء کی بات ہے۔ لندن کے مشہور وکٹوریہ اسٹیشن پر ہمارے سلسلہ کے ایک مشہور بزرگ اور انگلستان میں جماعت احمدیہ کے پہلے مبلغین میں سے ایک حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر ؓ کو ایک نوجوان مجمع میں سے نکل کر ملا۔ گفتگو کا سلسلہ چل نکلا۔ اس نوجوان نے بتایا کہ اس کا نام ڈاکٹر فہمی برکات وچ ہے اور وہ ان دنوں سربین حکومت کی طرف سے انگریزی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان میں مقیم ہے۔ مولانا صاحب ڈاکٹر فہمی برکات وچ کو اپنے مکان پر لے گئے۔ ڈاکٹر برکات بوزنیا کے مسلمانوں کی کمزور دینی حالت کے بارے میں بتاتے رہے۔ اس بارے میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر ؓ نے ایک خط مرکز احمدیت قادیان کو ارسال فرمایا جو ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کے الفضل میں شائع ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔۔ اس قابل ڈاکٹر کے ذریعے سے انشاء اللہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو بلاد سرویہ و بوزنیا و البانیہ تک پہنچاوے۔ ڈاکٹر موصوف کو سمجھا دیا ہے کہ دنیا میں دین حق اگر زندہ ہو سکتا ہے تو صرف اسی آب حیات کے ذریعے سے جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے سے دنیا کو دیا ہے۔" (ہفت روزہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء)

اسکے بعد ڈاکٹر فہمی برکات وچ جماعت احمدیہ انگلستان سے باقاعدہ رابطہ رکھنے لگے اور تبلیغی مجالس میں شریک ہونے لگے۔ چنانچہ عیسائیت کے رد میں ایک تبلیغی نشست میں ہونے والے ایک دلچسپ مکالمے کے روئیداد ۵ جنوری ۱۹۲۰ء کے الفضل میں شائع ہوئی۔

ڈاکٹر فہمی برکات وچ نے دسمبر ۱۹۱۹ء کو منعقد ہونے والے ایک جلسے میں بھی شرکت کی جس میں تلاوت قرآن کریم حضرت مفتی محمد صادق صاحب ؓ نے فرمائی۔ ترجمہ و تفسیر حضرت مولوی فتح محمد صاحب ؓ سیال نے پیش کی جو انگلستان میں جماعت احمدیہ کے پہلے مبلغ تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس جلسے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا کلام انہی بوزنیا سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر فہمی برکات وچ صاحب نے پیش کیا۔

ڈاکٹر فہمی برکات وچ کی دلچسپی احمدیت میں بڑھتی گئی اور اپریل ۱۹۲۰ء میں یہ اپنے ساتھ ایک اور معمر تاجر کو جو بوزنیا کے مسلمان تھے اپنے ساتھ لے کر احمدی مبلغین کی قیام گاہ پر گئے اور وہاں ایک گھنٹے تک اس تاجر نے ڈاکٹر برکات وچ کی ترجمانی میں احمدیت اور دین اسلام کے بارے میں سوالات کئے۔ چنانچہ اس ملاقات کے بارے میں تفصیلی رپورٹ ۱۵ اپریل ۱۹۲۰ء کے الفضل میں شائع ہوئی۔ (ہفت روزہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۲۰ء)

اس کے بعد ڈاکٹر فہمی برکات وچ کے بارے میں مزید کوئی خط قادیان میں موصول نہ ہوا۔ لہٰذا ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ ڈاکٹر صاحب نے احمدیت قبول کی یا نہیں اور بعد میں ان کا جماعت احمدیہ سے رابطہ برقرار رہا کہ نہیں۔ تاہم یہ بات ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ پہلے بوزنین تھے جن تک احمدیت کا پیغام پہنچا۔

(بشکریہ ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ جولائی ۱۹۹۴ء)

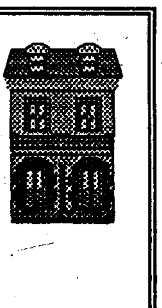
Earlsfield Properties
RENTING AGENTS
081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095

شذرات
(م-ا-ح)

انجمن تبلیغ الاسلام یارکشائر کے مولانا عبدالسبوح آفریدی نے اپنے گشتی رسالہ مورخہ ۱۵ اگست ۹۴ء میں اس بات پر احتجاج کیا ہے کہ ہم انہیں اور ان جیسے نام نہاد علماء کو علمائے سوء کیوں لکھتے ہیں۔ ان کا جزبز ہونا بجا مگر ہم نہایت ادب سے یہ گذارش کرتے ہیں کہ یہ اصطلاح ہم نے وضع نہیں کی اور انہیں اس طرح پکارنے سے ہمیں کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کی خبریں دیتے ہوئے اس دور کے مسلمانوں کے مذہبی رہنماؤں کے بارے "علمائہم شر من تحت ادیم السماء" فرما کر ان کی نشاندھی فرمائی تھی (حدیث "یاتی علیٰ امتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ۔ مشکوٰۃ کتاب العلم۔ طبع اول مکتبہ امدادیہ ص ۳۱۶)۔ اس حدیث کی دوسری روایات میں "علمائہم سوء" بھی آیا ہے سو یہ خطاب ان کے لئے ہماری طرف سے نہیں بلکہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے ملا ہے۔ ہم سے پہلے امت مسلمہ کا درد رکھنے والے سبھی زعماء انہیں اس نام سے یاد کرتے رہے ہیں۔ یہی وہ ارباب ظاہر اور عبیدالدنیا تھے جن کے بارے میں مولانا آفریدی کے ممدوح امام الہند، دور حاضر کے ابن تیمیہ، مولانا ابوالکلام آزاد نے نوحہ کیا کہ:

"افسوس ہر عہد اور ہر دور میں جس قدر بربادیاں ہوئیں، علمائے سوء کے ہاتھوں ہوئیں۔ وقت اور زمانے کی شکایت بے سود ہے"۔ (تذکرہ۔ ناشر میری لائبریری لاہور۔ جون ۶۴ء ص ۳۶)

یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اکبر اور جہانگیر کو ظل اللہ کہا اور عوام سے سجدہ اطاعت کرایا۔ یہی وہ سگان دنیا (یہ ترکیب مولانا آزاد کی ہے) تھے جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے قتل کا فتویٰ دیا تھا۔ اصل الفاظ یوں تھے:

"پس ہم علماء بخاطر داری امرائے دربار فتویٰ بر قتل شیخ نوشتند"۔ (شیخ محمد اکرام۔ رود کوثر۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ نواں ایڈیشن ۱۹۸۴ء۔ ص ۲۷۰)

ماضی قریب میں ۵۳ء کے اینٹی احمدیہ فسادات کے بعد گورنر جنرل پاکستان نے اپنی ایک نشری تقریر میں جب یہ کہا کہ:

"صدیوں سے اسلامی تاریخ علماء سوء کی بداعمالیوں کا ریکارڈ ہے"

تو نوائے وقت لاہور کے اس وقت کے مدیر جناب حمید نظامی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اس فساد کے سرغنہ شیوخ الاسلام، قدوۃ السالکین اور زبدۃ العارفین سمیت تحریک کے سبھی رہنماؤں کو علمائے سوء میں شمار کیا تھا۔ انہوں نے قوم کو خبردار کیا تھا کہ:

"وہ علمائے سوء سے بچے کیونکہ علمائے سوء نے ہی ماضی میں اسلام اور مسلمانوں کو سب سے بڑا نقصان پہنچایا ہے" (روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ اداریہ ۱۶ مئی ۵۳ء)

آجکل کے دانشور بھی انہیں برملا علمائے سوء لکھتے ہیں لیکن ان کے شر سے بچنے کے لئے ان میں سے بعض کا "راسخون فی العلم" ہونا تسلیم کرتے ہیں گو بتاتے نہیں کہ ان میں حد امتیاز کہاں ہے؟ لیکن جو جانتے ہیں وہ عوام کو متنبہ کرتے ہوئے ان کی پہچان واضح کرتے ہیں۔ اقبال نے بار بار اس قسم کے اشارے دیئے:

"دین ملا فی سبیل اللہ فساد"

"ہے بد آموزی اقوام و ملل کام اس کا"۔

ابوالکلام آزاد نے یہ پہچان بتائی:

"بڑی جلن ان کو اس بات سے ہوتی ہے کہ ہم شریعت کے مالک ہیں۔ جب تک مسئلہ نہ بتائیں نہ کسی کا غسل ٹھیک ہو نہ وضو۔" (تذکرہ۔ ص ۲۷۲)

جناب رئیس امروہوی نے لکھا:

آپ کا اسم گرامی؟ میر واعظ وعظ گو
آپ کا مقصد؟ فقط تحریف دین و اعتقاد
آپ کا مسکن؟ مساجد۔ آپ کی منزل؟ بہشت
آپ کا عہدہ؟ مبلغ۔ آپ کا پیشہ؟ فساد

لہٰذا اس قسم کا پیچ و تاب اور واویلا انہیں زیب نہیں دیتا۔ مولانا عبدالسبوح کو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے جاری کردہ اس خطاب کو بطیب خاطر قبول کرلیں۔ بلاوجہ شور و غوغا نہ کریں، ایسا نہ ہو کہ انہی میں سے کوئی اٹھ کر انہیں گستاخ رسول قرار دے دے اور قانون توہین رسالت کی دفعہ ۲۹۵۔سی کے تحت ان کے خلاف پرچہ درج کرادے اور انہیں الٹا لینے کے دینے پڑ جائیں۔

مگر کب تک؟

ادھر ہے اوج پہ رقص خزاں مگر کب تک
ادھر ہے آہ بہ لب باغباں مگر کب تک

سوال سننا ضروری جواب دینا گناہ
مرے لئے ہے یہ حکم شہاں مگر کب تک

عروج پہ ہیں تغافل شعاریاں ان کی
جدا رہیں گے مکین و مکاں مگر کب تک

ہے میرے واسطے پھر طور سینن چشم براہ
طویل تر تو ہوئی این و آں مگر کب تک

ستم عدو کے بڑھے تو بلالؓ پیدا ہوئے
تھمی رہے میرے لب پر اذاں مگر کب تک

بستان جور کے سر پر تھا ہے وقت نزع
سواد جبر میں ان کی اماں مگر کب تک

ترے عذاب میں انکا ثواب ہے محمودؔ
ترے لہو میں ہے ان کی جناں مگر کب تک

(مبشر احمد محمود)

بقیہ جلسہ سالانہ لندن ۱۹۹۴ء اور اس کی روحانی تاثیرات از صفحہ ۱۴

اسلام آباد ٹلفورڈ میں مختلف ممالک کے لئے الگ الگ مارکیز (پنڈال) نصب کئے گئے تھے بعض مہمان اپنے عزیزوں کے ہاں لندن میں قیام پذیر تھے اور ان کے آنے جانے کے لئے بسوں کا عمدہ انتظام تھا بعض مہمانوں کو ہوٹلوں میں بھی ٹھہرایا گیا تھا غرض کہ قیام کے لحاظ سے کسی کو کوئی دقت پیش نہیں آئی۔

کھانے کے لئے ایک الگ مارکی تھی جس میں منتظمین لنگرخانہ بروقت کھانا مہیا کردیتے اور دوست قطاروں میں اپنا اپنا کھانا لے کر بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ میزوں پر کھانا کھا کر باہر آجاتے پھر چائے کا انتظام الگ تھا جہاں ہر وقت چائے تیار رہتی اور ضرورت مند وہاں سے حاصل کر لیتے غرض کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی مائدہ کے ساتھ ساتھ جسمانی لنگر بھی جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے حسب خواہش غذا مہیا کر رہا تھا اور آپ کا فرمان کہ "دسترخوان کے گرے پڑے ٹکڑے میری خوراک تھی مگر آج میں بے شمار گھرانوں کو کھانا کھلانے والا ہوں" بڑی عظمت کے ساتھ پورا ہوتا نظر آرہا تھا۔

غرض کہ وہاں قیام و طعام کے انتظام کے لحاظ سے مہمانوں کی سہولت کا ہر رنگ میں اعلیٰ و عمدہ انتظام تھا کسی کو کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہیں ہوا الاماشاء اللہ ائرپورٹ پر بھی مختلف ممالک سے آنے والے مہمانوں کے استقبال کا اور ٹرانسپورٹ کا انتظام تھا اس کے لئے جماعت احمدیہ یو۔کے کے احباب شکریہ اور مبارکبادی کے مستحق ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

انٹرنیشنل تبلیغ سیمینار:

جلسہ سے ایک روز قبل حسب سابق مورخہ ۲۸ جولائی کو ایک انٹرنیشنل تبلیغ سیمینار منعقد کیا گیا جس میں مختلف ممالک سے آئے ہوئے نمائندگان اور مبلغین نے دعوت الی اللہ کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا اپنے تجربات بیان کئے اور دعوت الی اللہ کے کام کو موثر اور بہتر طریق سے آگے بڑھانے کے لئے مناسب طریق کار اور ذرائع پر غور و خوض کیا گیا۔ آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی تشریف لاکر حاضرین سے خطاب فرمایا اور نہایت موثر اور دل نشیں انداز میں اس مقدس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے احباب جماعت کی رہنمائی فرمائی۔

مجلس شوریٰ:

جلسہ سے اگلے روز مورخہ یکم اگست کو انٹرنیشنل مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس میں مختلف ممالک کے نمائندگان اور مبلغین نے شرکت کی اشاعت اسلام و احمدیت۔ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگراموں اور جماعت کے تعلیم و تربیت کے نظام کو بہتر رنگ میں چلانے کے لئے مناسب تجاویز پر غور و خوض کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بنفس نفیس اس کی صدارت فرمائی اور اپنے روح پرور خطابات اور ہدایات سے نمائندگان کو نوازا۔

مبلغین کی میٹنگ:

جلسہ سالانہ لندن میں شریک ہونے والے مبلغین کی بھی میٹنگ دو یوم مسجد فضل لندن میں منعقد ہوئی جس میں حضور انور بنفس نفیس تشریف لائے اور مبلغین کو دعوت الی اللہ کے کام کو وسعت دینے اور اس کو منظم اور موثر رنگ میں انجام دینے کے بارہ میں نہایت ضروری اور اہم ہدایات سے نوازا۔

حضور انور ایدہ اللہ کی مصروفیات کا یہ عالم تھا کہ ایک پل کے لئے آرام کرنا حضور کے لئے مشکل نظر آ رہا تھا۔ ایک میٹنگ کے بعد دوسری اور اس کے بعد تیسری میں حضور تشریف لاتے۔ پھر ایم۔ ٹی۔ اے کے پروگراموں میں شرکت۔ نمازوں میں تشریف آوری۔ احباب جماعت سے ملاقاتیں۔ شادی کی تقریبات میں شرکت۔ یہ سب کام وہ مقدس وجود دن رات نہایت بشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ سرانجام دے رہا تھا اور کسی کو احساس بھی نہیں ہو رہا تھا کہ کسی کام میں یا میٹنگ میں روک پیدا ہو رہی ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقاتوں کا نظارہ تو کیف انگیز تھا۔ ہر شخص حضور سے مل کر یہی محسوس کرتا کہ حضور کو اس سے ہی سب سے زیادہ محبت اور پیار ہے حضور ہر ملنے والے کی داستان سنتے اور مناسب رنگ میں اس کی راہنمائی فرماتے اور جماعت کا ہر شخص پیارے امام سے مل کر اپنے اندر ایک نئی روح اور نئی زندگی محسوس کرتا۔ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو خلافت جیسی عظیم الشان روحانی نعمت سے نواز کر ایک احسان عظیم کیا ہے اور ہم اس کے لئے جس قدر بھی اس کا شکریہ ادا کریں کم ہے اور اس کی قدر کرنا اور اس کے ساتھ قلبی وابستگی اختیار کرنا ہمارا اولین فرض زندگی ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے امام کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطاء فرمائے اور حضور کے عہد خلافت میں ہمیں اسلام اور احمدیت کے غلبہ کے دن دیکھنے نصیب فرمائے۔

جلسہ سالانہ لندن میں شرکت کی سب سے بڑی نعمت اور برکت تو یہی ہے کہ پیارے آقا سے ملاقات کا موقع ملتا ہے اور ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ان کی دعاؤں سے حصہ لینے کا موقع میسر آتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ موقع اس عاجز کو عطا فرمایا۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

Designing & Setting by Khalifa Rawahuddin Ahmad